پندرہ روزہ

قومی زبان

کراچی

انجمن ترقی اردو

انجمن ترقی اردو پاکستان کا پندرہ روزہ ترجمان

جلد نمبر ۲۲

شمارہ ۷-۸

قومی زبان

مدیر اعلیٰ

جمیل الدین عالیؔ

مدیر

مشفق خواجہ

یکم و ۱۶ اپریل ۱۹۶۳ء

فی شمارہ
پچاس پیسے

سالانہ قیمت
دس روپے

انجمن ترقی اردو پاکستان اردو روڈ کراچی

مطبوعـــات انجمن ترقی اردو پاکستـــان

اردو روڈ کراچی - ۱

روایت کی اهمیت -

از ڈاکٹر عبادت بریلوی - یه کتاب اردو ادب کی عظیم روایات کی آئینه دار هے - اس میں روایت کی اهمیت ، اردو شاعری میں گل و بلبل کے اشارے ، دلی کا دبستان شاعری - اردو شاعری میں حب الوطنی کی روایت اور اردو تنقید میں روایت اور تجربے کے ایسے پر مغز اور خیال افروز مقالات شامل هیں جن سے اردو ادب کے تاریخی مد و جزر کی صحیح تصویر سامنے آجاتی هے مختصر الفاظ میں یه تحقیقاتی اور تنقیدی مقالات کا مجموعه هے - قیمت سات روپے پچاس پیسے -

سب رس -

یه کتاب سلطان عبد اللہ قلی قطب شاہ کے دربار کے نامور شاعر اور ادیب مولانا وجہی کی تصنیف هے سنه ۱۰۴۵ھ مطابق ۱۶۳۶ء اس کا سال تصنیف هے - اردو نثر کی یه نایاب اور قدیم کتاب بہت تلاش اور جست و جو کے بعد خاص اهتمام اور صحت سے چھاپی گئی هے - شروع میں بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق صاحب کا محققانه مقدمه بھی شامل هے - قیمت پانچ روپے پچاس پیسے -

تلخیص الاردو -

انجمن ترقی اردو کے رساله' اردو کے سی ساله پرچوں سے بہترین مضامین کا بہترین انتخاب هے جسے انجمن کی پنجاه ساله جوبلی کی یادگار میں مرتب کرکے شائع کیا گیا هے - یه کتاب گیاره مضامین پر مشتمل هے اور سب کے سب کارآمد اور عمده معلومات سے بر هیں - کتاب کی جان دو مضامین هیں : (۱) رومی ، نطشے اور اقبال از ڈاکٹر عبدالحکیم (۲) نذیر احمد کی کہانی کچھ ان کی اور کچھ میری زبانی از مرزا فرحت اللہ بیگ - قیمت پانچ روپے پچاس پیسے -

ملنے کا پته

اردو اکیڈیمی سندھ - بہادر شاہ مارکیٹ ، بندر روڈ کراچی

فہرست

موت العالم موت العالم (اداریہ)		۳
استاد بزرگ (مولوی محمد شفیع مرحوم)	ڈاکٹر سید عبداللہ	۵
حیات اقبال کا ایک دلچسپ پہلو	نادم سیتاپوری	۱۲
کلیات علی عادل شاہ کے تین مطبوعہ نسخے	زیب النساء بیگم	۱۷
باغ اکبرآبادی	ویریندر پرشاد سکسینہ بدایونی	۲۰
احمد ندیم قاسمی کا تصور انسانیت	نظیر محسن	۲۲
رابرٹ فراسٹ	ادارہ	۲۷
گرد و پیش	ادارہ	۳۱
گنج ہائے گراں مایہ	افسر صدیقی	۳۹
ا۔ طوطی نامہ	میر محمد حیات	
ب۔ بوستان خیال	سراج اورنگ آبادی	
ج۔ دیوان قدرت	شاہ قدرت دھلوی	
نئے خزانے	ابن حسن قیصر ۔ زاھدہ خاتون	۷۱
علمی اصطلاحات قسط ۔ ۹		۸۷

مَوتُ العَالِمِ مَوتُ العَالَمِ

"ہماری قوم میں ایک مُدّت سے قحط الرّجال ہے۔ اور جو ایک آدھ خدا کا بندہ اس زمانے میں پیدا ہوا تو ایسے وقت میں داغ مُفارقت دیکر چلا گیا جبکہ اسکی ضرورت اور بڑھ گئی تھی اور جبکہ اس کے افادہ کا دائرہ اور وسیع ہوگیا تھا۔ سرسیّد نے اسّی برس کی عُمر میں انتقال کیا۔ لیکن ہمارے حسابوں وہ بے وقت مرے۔ ان کے جانشین، قوم کے سردار، مُلک کے مُحسن، محسن الملک ستّر برس کی عُمر میں ہمیں چھوڑ گئے، مگر ہم یہی کہیں گے کہ یہ موت بھی ناوقت ہوئی، اسلئے کہ جو کام یہ بُڈھا کر رہا تھا وہ جوانوں سے بھی نہ ہوسکا، اس اکیلے بڈّھے کا کام اتنا بڑا تھا جس سے ہزار دو ہزار نہیں لاکھوں کے منہ پھر گئے"

(بابائے اُردو)

بابائے اُردو نے سرسیّد اور محسن المُلک کے بارے میں جو کچھ لکھا تھا۔ وہ ڈاکٹر مولوی محمّد شفیع پر بھی صادق آتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مولوی محمّد شفیع صاحب نے ایک طویل عُمر پائی، لیکن جب اُس کام پر نظر ڈالی جائے جسے وہ انجام دے رہے تھے، اور اس افادے کو دیکھا جائے جو ان کی ذات سے ہمارے مُعاشرے کو حاصل تھا، تو اُن کی موت ایک بہت بڑا قومی سانحہ محسوس ہوتی ہے۔ اُن کی عظیم علمی شخصیت کی دائمی مُفارقت سے دُنیائے علم میں جو خلاء پیدا ہوا ہے وہ پُر نہیں ہوسکتا۔

مولوی صاحب کی تمام زندگی علم حاصل کرنے اور علم کی اشاعت کی جدّ وجہد میں بسر ہوئی۔ اُن کی اس جدّ وجہد کا حاصل کتابیں

بھی ھیں۔ اور انسان بھی ـــــ تصنیفات وتالیفات کے ساتھ ساتھ، اُن کی یادگار، ان کے وہ بے شمار شاگرد بھی ھیں، جو مرحوم کے نام کو ھمیشہ زندہ رکھیں گے۔ مرحوم ھماری علمی دُنیا میں ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتے تھے۔ علمی کاموں سے اُن کا شغف وانہماک اپنی مثال آپ تھا۔ اور جب یہ دیکھا جائے۔ کہ انھوں نے زندگی بھر شہرت وناموری کی خواھش سے الگ رہ کر علم کی خدمت کی تو مرحوم کی عظمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

پیرانہ سالی کے باوجود وہ دائرۃ المعارف اسلامیہ (اردو) کی تدوین میں آخر وقت تک مصروف رہے۔ اس عظیم علمی کام کے لئے انھیں کی ذات موزوں تھی، افسوس کہ اب کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو ان کی جگہ لے سکے اور اس کام کو پورا کر سکے۔

مولوی صاحب کی مفارقت ایک اعتبار سے عبرت انگیز بھی ہے اور وہ یوں کہ اس سراپا علم ہستی کی رحلت کی خبر کو نہ تو اخباروں میں جگہ ملی، نہ اس قومی سانحہ پر "قومی رھنماؤں" نے رنج وغم کا اظہار کیا۔ اور نہ تعزیتی جلسے ھوئے،

اس آفتاب علم وادب کے غروب ھونے پر ھماری بے حسی اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ ھم علم کے قدر شناس نہیں ھیں، ایک بہت بڑے عالم کا ھمارے درمیان سے اُٹھ جانا کوئی قومی سانحہ نہیں ہے ـــ اگر مولوی صاحب مرحوم کسی زندہ قوم کے فرد ھوتے تو اُن سے ایسا سلوک نہ ھوتا،

ــــ ایسا محسوس ھوتا ہے۔ کہ ھم اب شاید مُردہ پرست بھی نہیں رہے:-

ڈاکٹر سید عبداللہ

استادِ بزرگ

ڈاکٹر مولوی محمد شفیع کی ذات گوناگوں کمالات اور خوبیوں کا مجموعہ ہے اور وہ سیرت اور علمی فضیلت کے لحاظ سے مشرق جدید کی ممتاز ترین علمی شخصیتوں میں شمار کئے جاسکتے ہیں۔ اور شمار کئے جاچکے ہیں۔

ڈاکٹر شفیع صاحب اپنی زندگی میں بہت سے مناصب پر فائز رہے۔ مگر منصب بذات خود کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہو سکتا قابل فخر چیز یہ ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی میں بہت سی نمایاں اور اہم علمی خدمات انجام دیں۔ اور کارکردگی خلوص اور محنت کی وہ مثالیں پیش کی ہیں۔ جن کی نظیر کم ملتی ہے۔ سیرت اور طبیعت کی بعض نادر خصوصیات کے علاوہ، علمی تحقیق، طرز تدریس اور طریق تربیت کے لحاظ سے بھی انہوں نے ایک ایسا نمونہ قائم کیا ہے موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے ہر طرح قابل تقلید ہے۔ ان کی شخصیت عظیم اور ان کے کارنامے عظیم تر ہیں!

میں اس موقع پر ان کے علمی کارناموں کی چند خصوصیات اور ان کی سیرت کے بعض امتیازی پہلوؤں پر نظر ڈالتا ہوں مجھے یہ حق اس لئے پہنچا ہے کہ میں نے عمر کا بیشتر حصہ ان کی خدمت میں بسر کیا ہے۔ اور علمی لحاظ سے میرے پاس جو کچھ ہے وہ بہت حد تک ان کے فیضان کا نتیجہ ہے۔

تعلیمی اور علمی کارنامے

سب سے پہلے ڈاکٹر شفیع صاحب کے تعلیمی اور علمی کارنامے اولاً وہ ایک مقتدر اور بلند پایہ استاد ہیں۔ اور تدریس میں بھی ایک طرز خاص کے مالک ہیں۔ ان کی ذات میں مغربی انداز نقد و نظر اور مشرقی تبحر کا نادر المثال اجتماع ہے۔ وہ اپنے طلبا کی تنقیدی صلاحیتوں کی تربیت پر خاص نظر رکھتے ہیں۔ ان کے لیکچروں کی تربیت پر خاص نظر رکھتے ہیں۔ ان کے لیکچروں میں جامعیت اور ایجاز کی عجیب و غریب آمیزش ہوتی ہے۔ جہاں تک عربی زبان اور ادب کی تدریس کا سوال ہے۔ وہ اس میں اسلام کی تاریخ اور اسلامی روایات سے بڑی مدد لیتے ہیں۔ ان کا نقطہ نظر ادبی اور لسانی کم اور تہذیبی اور تاریخی زیادہ ہے کلاسوں میں ان کا ایک خاص

طریقہ ہے کہ وہ پڑھاتے وقت طلبا کو مآخذ و مصادر سے ضرور روشناس کراتے ہیں۔ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے۔ کہ طلبا متن کے اندر مقید نہ رہیں۔ بلکہ ان کی نظر وسیع ہو جائے۔ اور ان میں متن سے باہر نکل کر تحقیق اور وسیع تر مطالعہ کا ذوق پیدا ہو سکے۔ اس طرز تدریس سے ان کے شاگردوں اور تربیت پانے والوں کو بڑا فائدہ ہوا۔

ڈاکٹر شفیع صاحب کے مدرسانہ کمال کا ایک زمانہ معترف ہے۔ اور یہ اعتراف بجا بھی ہے۔ مگر ان کے فیض کا میدان اظہار صرف ایم۔ اے کی تدریس نہیں بلکہ ایم۔ اے کے بعد کی تربیت بھی ہے۔ اس تربیت کے معاملہ میں شفیع صاحب انتخاب کے قائل ہیں۔ کیونکہ وہ ہر شخص کو علمی تحقیق کا اہل نہیں سمجھے۔ چنانچہ اس انتخاب کے لئے ان کے معیار نہایت سخت ہوتے ہیں۔ اور جو شخص ان پر پورا نہیں اترتا وہ اس کی حوصلہ افزائی نہیں کرتے۔

ان کی "تحقیقی" تربیت کا ایک خاص اصول یہ ہے کہ وہ تدریج کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور آغاز کار میں طلبا کو محنت اور "رجوع" کا عادی بناتے ہیں۔ تاکہ مصادر و مآخذ سے فائدہ اٹھانے کا ملکہ پیدا ہو جائے۔ انڈکس بنانا، کتاب ایڈٹ کرانا، نسخوں کا مقابلہ کرانا۔ وہ ابتدا میں طلبا کو اس قسم کے کاموں پر لگاتے ہیں۔ مستقل عنوانات پر مقالات کی تیاری کا نمبر اس کے بعد آتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ بڑی محنت اور جامعیت کے قائل ہیں۔ اور معمولی اور عام مقالات سے کبھی مطمئن نہیں ہوتے۔

نئی روایات

تصنیف اور طرز تحقیق کے معاملے میں ڈاکٹر شفیع صاحب "اورنیٹل کالج" کی قدیم علمی روایات کے نہ صرف پابند بلکہ بعض روایات کے خالق اور بانی بھی ہیں۔ "اورنیٹل کالج کے محققین" کی سب سے بڑی خصوصیات تاریخی تحقیق ہے۔ مستشرقین یورپ کی طرح اس کالج کے مصنفین بھی فنی اور ادبی حسن کی بجائے تاریخی حقیقت کی تلاش پر اصرار کرتے ہیں۔ (ہرچند کہ حسن اور تاریخی صداقتیں اپنی انتہائی بلندیوں پر پہنچ کر ایک ہو جاتی ہیں۔ اور دونوں کو ایک دوسرے کی ضد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ مگر تلاش کے مراحل میں دونوں کے طریق کار جدا جدا ہیں۔) مجموعی اعتبار سے اورنیٹل کالج کے مصنفین مورخ ہیں۔ ان کا طریق کار سائنسدانوں کا طریق کار ہے۔ وہ مواد کی تلاش میں بڑا وقت صرف کرتے ہیں۔ اور فراہم شدہ مواد سے مورخانہ انداز میں نتائج اخذ کرنے کے عادی ہیں۔ ان کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تنقید میں ادبی حسن سے بہت کم بحث کرتے ہیں۔ سبب اس کا یہ کہ وہ اصولاً مورخ ہیں اس وجہ سے ان کی تنقید مورخانہ ہوتی ہے۔ جمالیاتی نہیں ہوتی۔ وہ صرف ادب کی رفتار اس کے ماحول اور اس تاریخ پر نگہ رکھتے ہیں۔ اس جماعت کے افراد نے اسلوب کی کبھی پرستش نہیں کی ہمیشہ مواد کو مقدم رکھا۔ "وہ ٹھوس واقعات" کے شائق ہیں۔ خیال آرائی کے دلدادہ نہیں۔ انہوں نے صاحب اسلوب مصنفوں کے لئے مواد بہم پہنچایا خود اسلوب کی پروا نہیں کی۔ انکشاف و اکتشاف ان کا میدان خاص ہے۔ محض ادیب اور انشا پرداز بننا انہیں گوارا نہیں۔

اورنیٹل کالج کے مصنفین اس صحافتی رنگ تصنیف کے شدید مخالف ہیں۔ جو مضمون اور مواد سے بے نیاز ہو یا ناقص مواد کو لے کر محض دلکش انداز بیان کے بل پر آگے بڑھنا چاہتا ہے۔ مآخذ یا حوالہ ایک ایسی بنیادی چیز ہے کہ اس کے بغیر بیان یا

روائت کی صحت کا یقین کیا ہی نہیں جاسکتا۔ اسی لئے اس مدرسہ تصنیف کے نزدیک ماخذ کا حوالہ دیانت داری کا اولین قدم ہے "اور حنبل"، ماخذ کی تلاش اور ان سے استفادہ۔ ان دونوں چیزوں پر یہاں بڑا اصرار کیا جاتا ہے۔ لمبے لمبے اقتباس، ہر ہر فقرے پر حوالوں کے نشان، راویوں اور مورخوں کا اعتراف، سنن کی پوری پوری پابندی، واقعہ کی ہر ہر جزئی چیز کا مفصل بیان یہ سب خصوصیات اس جماعت کی تصانیف و مقالات میں کم و بیش ہر جگہ پائی جاتی ہیں۔

علمی مسلک

شفیع صاحب اسی علمی مسلک کے خاص نمائندہ اور ترجمان ہیں۔ ان کی کوششوں سے ملک میں قدیم ادب کے شاہکاروں کے متعلق غیر معمولی دلچسپی پیدا ہوئی۔ ملک میں وہ پرانی تصانیف جو پردہ گمنامی میں روپوش تھیں۔ منظر عام پر آگئیں قلمی کتابوں کی تلاش اور مطالعہ کا ذوق و شوق بیدار ہوا۔ اس کلاسیکی مذاق کے زیر اثر قدرتاً تنقید۔ خصوصاً جمالیاتی تنقید اور عام پسند تصنیف کو فروغ حاصل نہ ہوا مگر عربی فارسی ادب، اسلامی تاریخ اور عام مشرقیت کے مطالعہ کی تحریک کو بڑی ترقی ہوئی۔ یہ علمی روایت، شفیع صاحب سے پہلے بھی موجود تھی جس کے بڑے نمائندے اور علم بردار ڈاکٹر لائنز، سر آرل شٹائن، میکڈانلڈ اور ڈاکٹر وولز تھے۔ مگر شفیع صاحب نے اپنی بے نظیر قوت عمل اور بے مثال تنقیدی اصلاحیتوں کی وجہ سے اس تحریک کو اتنی وسعت دی کہ ان سے پہلے ان کی مثال نہیں تھی۔

تحقیقی دلچسپیاں

ہندوستان کی تاریخ میں ان کو سب سے زیادہ دلچسپی پنجاب اور لاہور کی تاریخ سے ہے۔ انہوں نے قلمی کتابوں کی فراہمی میں بھی اس بات کو خاص طور سے مدنظر رکھا ہے، کہ پنجاب خصوصاً لاہور کی تاریخ کا زیادہ سے زیادہ مواد جمع ہو جائے انہوں نے اس موضوع پر خود بھی چند مقالات لکھے اور اپنے ہم کاروں اور شاگردوں کو بھی اس کی طرف توجہ دلائی۔ اس لحاظ سے وہ بہت بڑے "پنجاب دوست" ہیں کہ ہندوستان کی علمی اور تہذیبی تاریخ میں پنجاب نے جو حصہ لیا ہے انہوں نے اس کو منصۂ شہود پر لانے کی کوشش کی۔ پنجاب میں اردو کا تخیل (یا نظریہ) جو شیرانی صاحب نے پیش کیا۔ اور تکمیل میں (کون جانتا ہے کہ) شفیع صاحب کا کتنا حصہ ہے؟ شیرانی صاحب کو اس امر کا اعتراف تھا کہ اگر شفیع نہ ہوتے تو شائد میری تحقیق کا رخ کسی اور طرف ہوتا۔

قصور (پنجاب) شفیع صاحب کا اپنا وطن ہے۔ اس کی تاریخ بھی ان کے لئے باعث کشش رہی ہے افغانان قصور کے متعلق ان کے گراں قدر مقالے اسلامک کلچر اور اورنٹیل کالج میگزین میں چھپ چکے ہیں۔

اسلامی خطاطی ان کا ایک محبوب موضوع ہے۔ انہوں نے قلمی نوادر کی مدد سے خط کے ارتقا اور خطاطوں کے حالات پر فاضلانہ مقالات لکھے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے خط کے موضوع پر بے شمار معلومات کا اضافہ کیا ہے۔

ڈاکٹر شفیع صاحب کو نوادر کے انکشاف سے بڑی دلچسپی ہے اور نادر اور کم یاب کتابوں کا موضوع تو ان کا خاص طور پر موضوع ہے۔ سکہ شناسی اور کتبات کے پڑھنے اور سمجھنے میں بھی وہ امام وقت ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں آثار قدیمہ کے ماہرین

نزدیک اور دور سے انہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

شفیع صاحب کے نزدیک عظیم تحقیقی کاموں کو دیکھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے ذہن کو "عظیم" ادبی اور علمی مہمات سے خاص دلبستگی ہے۔ وہ ادنیٰ، پیش پا افتادہ اور معمولی موضوعوں اور علمی منصوبوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔ اس معاملے میں وہ کسی حد تک سرسید احمد خاں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو عظیم جسم کے ساتھ عظیم دماغ بھی عطا کیا ہے۔ جس کے سبب وہ محض مہمات عظیمہ کے انصرام پر توجہ صرف کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے علمی کام اس کی شہادت دیتے ہیں۔

شفیع صاحب کا ایک خاصہ یہ ہے کہ ان کا ذہن بھی حقائق سے زیادہ واقعات کی طرف راغب ہے۔ وہ تاریخ میں بھی واقعات کے طالب ہیں۔ فلسفہ واقعات سے دلچسپی نہیں رکھتے۔ ان کے کسی علمی کام میں فلسفیانہ "تعمق" نہیں پایا جاتا۔ وہ جزئیات کی جمع آوری اور سنوں، مہینوں اور دنوں کے تعین سے کبھی نہیں تھکتے۔ کیونکہ واقعہ ــــ جس رنگ اور جس طرح کا ہو ــــ ان کی دل پسند چیز ہے یہی وجہ ہے کہ ان کے نتائج میں خیال یا قیاس بہت کم دخل انداز ہوتا ہے ــــ پروفیسر شیرانی بھی طبعاً اور عملاً مورخ تھے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی تحقیق تخیل کے اثرات سے مبرا نہیں۔ قیاس اور خیال دخیل ہو ہی جاتے ہیں۔ مگر شفیع صاحب تاریخ میں بے آمیز صداقت کے قائل ہیں اس لئے وہ موقعہ کی حد سے ذرہ برابر بھی باہر نہیں جاتے۔

اس رجحان کا خاص نتیجہ یہ ہے کہ ان کی تحریروں میں وہ رنگینی موجود نہیں جو تخیل کی آمیزش کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی ان کے مقالے ریاضی دانوں کے مقالوں کی طرح ٹھوس اور قطعی، معلومات سے لبریز ہوتے ہیں ــــ صداقتیں اور حقیقتیں واقعات کے سانچوں میں چست اور پیوست! اور حق یہ ہے کہ ایک سچے اور دیانت دار مورخ سے اس سے کم توقع بھی نہیں رکھنی چاہیئے! مگر شفیع صاحب کی تحریروں میں (قطعیت کے باوجود) دلکشی کا ایک پہلو ایسا ہے جو ان کی "عجائب پسندی" سے پیدا ہوتا ہے۔ نئی معلومات کے ساتھ ساتھ انہیں تاریخ کی "دلچسپ" اور عجیب و غریب جزئیات سے بھی دلچسپی ہے۔ جس کی وجہ سے سانچوں میں ڈھلی ہوئی قطعیت کی بہت حد تک تلافی ہو جاتی ہے۔

طرز بیان

شفیع صاحب کے طرز بیان کے بعض پہلو سرسید کے انداز تحریر سے مماثل معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً معلومات کو جس سائنٹفک انداز میں شفیع صاحب مرتب کرتے ہیں۔ اور مضمون کے منطقی رنگ کو قائم اور برقرار رکھنے میں جس اہتمام کا ثبوت دیتے ہیں۔ اس کو دیکھ کر سرسید کی منطقیت یاد آ جاتی ہے البتہ یہ امتیاز ضرور باقی رہتا ہے کہ دونوں کے موضوع بالکل الگ الگ ہیں۔ اس کے علاوہ ماحول اور نصب العین بھی جدا ہے۔ پس تحریر کی اندرونی روح اور داخلی سپرٹ مختلف رہتی ہے۔ شفیع صاحب محض "علم" کے داعی اور پرستار ہیں اور ان کا مقصد اور نصب العین خالصتاً علمی ہے۔ لہٰذا سرسید کی تحریروں میں جو تلقینی اور تبلیغی رنگ پایا جاتا ہے۔ وہ یہاں موجود نہیں۔ غرض شفیع صاحب کی تحریر کا سب سے بڑا خاصہ امر واقعہ کا کماحقہٗ اظہار ہے۔ اور یہ وہ خصوصیت ہے۔ جس میں مشرق جدید کا کوئی عالم اور مورخ ان کی بلندی تک پہنچا ہوا معلوم نہیں ہوتا۔

ڈاکٹر شفیع صاحب کے اہم علمی کارناموں میں اورینٹل میگزین کا اجرا بھی ہے۔ یہ علمی مجلہ ۱۹۲۵ء میں جاری ہوا اور ان کے سبکدوش ہونے تک (یعنی ۱۹۴۲ء تک) ان کے زیر ادارت نکلتا رہا اس کا ضمیمہ اب بھی ان کے زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔ اس مجلہ کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے سرسری سطحی اور ارزاں مقالہ نگاری کو نظروں سے گرا دیا۔ تحقیق میں "مر واقعہ" کی مکمل جستجو کا سائنٹفک طرز بہت حد تک اسی مجلہ کے ذریعے ملک میں مقبول ہوا اور اس رجحان کو ترقی دینے کا فخر زیادہ تر اس کے فاضل مدیر پروفیسر محمد شفیع کو حاصل ہے جن کی گہری تنقیدی نظر اور جزئیاتی چھان بین کی وجہ سے اس میگزین کے اکثر مقالہ نگاروں نے ذمہ دارانہ مقالہ نگاری کا سبق سیکھا۔ شفیع صاحب اب انجمن عربی و فارسی پنجاب یونیورسٹی (جس کے وہ صدر بھی ہیں) کے جرنل (مجلہ) کے ایڈیٹر ہیں۔ اس میں بھی تدوین، ترتیب اور چھان بین کی وہی خصوصیات جلوہ گر ہیں جن کے لئے اورینٹل کالج میگزین دنیا بھر کے مستشرقین میں قبول عام اور امتیاز خاص حاصل کر چکا ہے۔

شفیع صاحب کی اہم علمی خدمات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنی پروفیسری کے زمانے میں یونیورسٹی لائبریری کے شعبہ عربی و فارسی کو نوادر علمی سے مالامال کر دیا۔ ان کی محنت تلاش اور کوشش کی بدولت یہ کتب خانہ تحقیقی مواد کے اعتبار سے شاید دنیا کے بہترین کتاب خانوں میں سے ہے۔

شفیع صاحب کی اس قومی خدمت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے پنجاب یونیورسٹی میں علوم مشرقیہ (عربی، فارسی وغیرہ) کو بڑی عزت کا مقام دلوایا اور ان کے متعلق زبانوں کو ان کے اس مسند امتیاز سے محروم نہ ہونے دیا جس پر متمکن ہونے کا فائق حق انہیں حاصل تھا۔ اس کے لئے حالات کچھ زیادہ سازگار نہ تھے مگر شفیع صاحب کے خلوص اور تدبر نے ہمیشہ ان علوم کی پاسبانی کی جس کی وجہ سے پنجاب یونیورسٹی میں آج بھی ان علوم کو نمایاں اور بلند رتبہ ملا ہوا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی سیرت

میری رائے میں ان کی سیرت کا سب سے روشن اور قابل ہزار تحسین وصف ان کا بے نظیر احساس فرض ہے۔ انہوں نے اپنی ملازمت کے دوران میں جس ایمانداری اور دیانت سے اپنے فرائض انجام دیئے اس کی ایک ادنیٰ مثال یہ ہے کہ یونیورسٹی کی پچیس سالہ ملازمت میں انہوں نے کالج سے شاید ایک دن کی رخصت بھی نہ لی۔ وہ تقریباً چوبیس سال تک یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ کے رکن رہے۔ مگر اس عرصہ میں ایک دو دن کی جبراً غیر حاضری کے سوا وہ اس مجلس سے کبھی غیر حاضر نہیں ہوئے۔ تدریسی مشاغل میں بھی ان کی فرض شناسی اور باقاعدگی کا یہی حال رہا۔ اس معاملے میں ان کی پابندی ہماری یونیورسٹی میں اب ضرب المثل ہے۔

ادائے فرض میں شفیع صاحب جتنے خود مستعد اور دیانت دار ہیں، اتنا ہی وہ اوروں کو مستعد اور دیانت دار دیکھنا چاہتے ہیں۔ مگر لوگوں کی عام سہل انگاری کے پیش نظر شفیع صاحب کو (جب تک منصب پر فائز رہے) اکثر سختی اور سخت گیری سے کام لینا پڑتا تھا۔ چنانچہ وہ جابر اور متشدد منتظم خیال کئے جاتے تھے۔ اس معاملہ میں وہ ذاتی مراسم کی کچھ پرواہ نہ کیا کرتے تھے پروفیسر اقبال، پروفیسر شیرانی اور مولانا نجم الدین سے ان کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ مگر ادائے فرض میں آ کے نزدیک تر اند دور تر اند کے

مصداق ان کے احباب کو اوروں سے کچھ زیادہ آزمائشوں سے گزرنا پڑتا تھا۔

نظم و ضبط

نظم و ضبط یوں بھی ایک مشکل اور نازک مسئلہ ہے مگر جہاں نظام زندگی ذرا ڈھیلا ہو۔ وہاں مشکلات اور بھی بڑھ جاتی ہیں۔ اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ایک فرض شناس شخص (جو انصرام امور میں تساہل کی کسی شکل کو برداشت نہ کرتا ہو) ہر دلعزیز نہیں ہو سکتا۔ اس بنا پر اور ان معنوں میں شفیع صاحب بھی ہر دلعزیز نہ تھے اور ان کو اس بات کا احساس بھی نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود انہیں ارزاں ہر دلعزیزی کی کبھی تمنا نہیں ہوئی۔ اور ایسے تحسین عامہ کو انہوں نے کبھی قبلۂ مقصود اور کعبۂ مراد قرار نہیں دیا جس کی قیمت اصول کا خون اور دیانت کی موت ہو۔ ڈاکٹر شفیع صاحب کی سیرت کا ایک اور قابل المثال پہلو ان کی ان تھک محنت اور سخت کوشی ہے۔ ان کو اس معاملے میں عربی، انگریزی قاموس کے مرتب لین وین سے مشابہت دی جا سکتی ہے جس نے تیس سال قاہرہ میں رہ کر اپنی لغت کی تدوین کی اور اس عرصے میں (جمعے کے سوا) ہر روز مسلسل اٹھارہ اٹھارہ گھنٹے کام کیا۔ شفیع صاحب کی سیرت کا یہ پہلو بڑا قابل رشک ہے۔ سفر ہو یا حضر گرمی ہو یا سردی، ہر وقت اور ہر حالت میں وہ سعی پیہم کے قائل اور کوشش مسلسل پر عامل رہے۔

شفیع صاحب کو زندگی اور عمل کے ہر شعبے میں جس خاص رجحان سے بڑی ضد رہی ہے۔ وہ کم کوشی اور سعی ناتمام ہے۔ وہ ادھورے کام کے سخت مخالف ہیں۔ کام اپنا ہو یا دوسروں کا۔ انہیں ہر صورت میں تکمیل کی جستجو رہتی تھی۔ پھر تکمیل کے معاملے میں بھی ان کا نظریہ نہایت بلند ہے۔ اتنا بلند کہ معمولی صلاحیتوں کا آدمی اس کی بلندیوں تک ذرا مشکل سے ہی پہنچ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معمولی کوششیں ان کی بارگاہ سے کبھی سند قبول حاصل نہیں کر سکتیں۔ ان کی اعلیٰ پسندی اور تکمیل پسندی کی حد یہ ہے کہ ان کی طرف سے خاموش اطمینان کا اظہار بھی گویا بہت بڑی تحسین ہے۔

جن لوگوں نے زندگی میں شفیع صاحب کے ساتھ یا ان کے ماتحت کام کیا ہے انہوں نے ان سے مکمل کوشش اور حسن تکمیل کا سبق ضرور سیکھا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے رفقا کے کاموں کی کڑی نگرانی کرتے ہیں اور ضرورت کے وقت احتساب اور باز پرس سے نہیں چوکتے۔ اس سے بعض اوقات رنجشیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور لوگوں کو یہ شکایت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ شفیع صاحب بدگمانی سے کام لیتے ہیں۔ مگر مکمل کام کے بغیر ان کی جانب سے داد کا ملنا ناممکنات میں سے ہے۔

اس تکمیل پسندی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انہیں دوسروں کے کاموں کی تکمیل پر بھی اپنا وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔ ہم لوگوں میں ادھورا کام کرنے کا جو رجحان ہے اس کا انہیں کچھ یقین سا ہے۔ اس لئے وہ مطمئن اسی وقت ہوتے ہیں جب چیز کو خود بھی دیکھ بھال لیتے ہیں۔ ڈاکٹر سوریا کانت (سابق ریڈر سنسکرت پنجاب یونیورسٹی) بتاتے ہیں کہ مسٹر اے سی وولنر (سابق پرنسپل اورینٹل کالج لاہور) کے یادگاری مجموعے کی تدوین و طباعت کے وقت دوسرے مضامین تو درکنار سنسکرت کے مضامین کے پروفوں پر خاص پروف ریڈر کے علاوہ وہ خود بھی نظر ڈالا کرتے تھے۔ حالانکہ سنسکرت نہیں جانتے۔ مگر محض نظر سے اشکال و حروف کے

پیچ وخم کا مقابلہ اصل سنسکرت مسودہ سے کر لیا کرتے تھے اور تعجب یہ ہے کہ بعض اوقات پروف پڑھنے والے کی فروگذاشتوں کا سراغ بھی لگا لیتے تھے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر سوریا کانت نے ہمیں بھی ایک واقعہ سنایا جو بڑا تعجب انگیز اور دلچسپ ہے۔

انتہا پسندی

شفیع صاحب طبعاً کم آمیز آدمی ہیں۔ یہ رجحان ان کی بے اندازہ مصروفیات کے سبب سے کچھ اور بھی نمایاں ہو گیا تھا عام دربارداری اور گرمیٔ محفل کے لئے ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ اور اب بھی جب کہ وہ باقاعدہ ملازمت سے سبکدوش ہو چکے ہیں، محفل آرائی انہیں پسند نہیں وہ جب تک ملازمت میں رہے انہوں نے اپنے منصب کی عزت اور وقار کا بڑا لحاظ رکھا اس وجہ سے یونیورسٹی اور کالج میں ان کا بڑا رعب تھا۔ ان سے انٹرویو کرنے والے ملاقات کرنے سے پہلے کئی دن تک متوقع گفتگو کے "صغرے" "کبرے" تیار کرتے رہتے تھے اور منشی فاضل کے ایک محترم استاد مولانا محمد دین مختار کے پاس تو اس قسم کے تحریری مسودے دیکھے گئے جو ان کی اور شفیع صاحب کی باہمی ملاقات سے متعلق تھے۔

ان سب حالات کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ان کے متعلق دلوں پر سب سے زیادہ خوف اور دہشت کا جذبہ ہی غالب رہتا تھا محبت کا جذبہ صرف اس وقت نمودار ہوتا تھا جب کوئی شخص بے آمیز عقیدت کے سہارے بڑے مجاہدے کے بعد ان کے قریب پہنچنے کی سعادت حاصل کر لیتا تھا۔ اُن کی شخصیت دراصل ایک قلعہ بند شخصیت ہے۔ وہ ایک ایسے مہیب قلعے کی طرح ہیں جس کی ظاہری کرختگی اور سختی کو دیکھ کر ہر شخص مرعوب ہوتا ہے اور اس کے آہنی دروازوں اور سنگین دیواروں سے ہیبت زدہ ہو کر اندر جانے کی ہمت نہیں کرتا مگر جب حوصلہ دکھا کر دروازے کے پاس پہنچ جاتا ہے تو یکایک پھاٹک کھل جاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو ایک ایسے خوش منظر مقام میں موجود پاتا ہے جس کی دلکشی اور دلکشائی کو دیکھ کر اسے ظاہری سختی اور کرختگی بھول جاتی ہے۔ یہی حال شفیع صاحب کا ہے۔ جن لوگوں نے شفیع صاحب کو قریب سے دیکھا ہے۔ ان کا متفقہ احساس یہ ہے کہ شفیع صاحب اسی وقت تک سخت معلوم ہوتے ہیں جب تک ان سے ملاقات نہیں ہوتی مگر جب ان سے ملنے کا موقع مل جاتا ہے تو ان کی ملاقات نہ صرف علمی لحاظ سے بلکہ مجلسی نقطۂ نظر سے بھی بڑی مسرت بخش اور فرحت انگیز ہوتی ہے۔ ان کا قلب عام انسانی ہمدردی اور خیر اندیشی کے جذبات سے معمور ہے اور دوستی اور دوست داری کی جتنی پاسداری ان میں موجود ہے اس کی مثالیں ذرا کم ملتی ہیں۔ ان میں ظرافت اور نکتہ آفرینی کا وہ جوہر پایا جاتا ہے جو ان کی علمی اور ادبی معلومات کے ساتھ مل کر مخاطب کے لئے نہایت خوشگوار ثابت ہوتا ہے۔ اور علمی گفتگوؤں میں تو حالت یہ ہوتی ہے کہ جس مسئلہ کے متعلق بھی اُن سے مشورہ لیا جائے، اس پر وہ اتنی سیر حاصل، تشفی بخش اور خیال افروز گفتگو کرتے ہیں کہ دل و دماغ کی وسیع شاہراہوں کا نشان پا لیتا ہے۔ مجھے آج تک کوئی ایسا شخص نہ ملا جو ان سے اس غرض سے ملا ہو اور سیراب اور فیض یاب ہو کر واپس نہ گیا ہو۔ غیر معمولی حافظہ کے ساتھ وسعت معلومات اور تبحر! اس لحاظ سے اُن کو اگر علم و فضل کا ایک ناپیدا کنار سمندر کہہ دیا جائے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔ وہ بلا شائبہ مبالغہ ان اعاظم رجال میں سے ہیں جن کے وجود پر کسی قوم اور کسی زمانے کو بجا طور پر ناز ہو سکتا ہے۔

نادم سیتاپوری

حیاتِ اقبال کا ایک دلچسپ پہلو

ڈاکٹر اقبال کی مخالفت کا آغاز تو پہلے ہی ہو چکا تھا۔ مگر جب "مثنویت" کی بحث چھڑی تو ادبی دنیا پنجابی اور غیر پنجابی میں تقسیم ہو گئی۔ یو۔پی میں اقبال کے مخالفین کی پہلے ہی کمی نہ تھی خواجہ حسن نظامی کی وجہ سے دہلی میں بھی اقبال کے مخالف گروہ کا زور بڑھ گیا۔ دہلی کے اخبارات کے علاوہ اس بحث میں امرتسر کا "وکیل" اور لاہور کا "ستارۂ صبح" پیش پیش تھا۔ اکبر الٰہ آبادی تو کھلم کھلا خواجہ حسن نظامی کے گروپ میں شامل تھے۔ علی گڑھ کی طرح انہوں نے بھی "اقبال" اور ان کی مثنویات (اسرارِ خودی و رموزِ بیخودی) کو موضوعِ بحث بنا لیا۔

دونا ہو ہی چکے تھے نذرِ کالج اس سے قبل ۔۔۔ خانقاہیں رہ گئیں تھیں سو اب ہے ان کا انہدام
لکچر و مضمون لکھتے ہیں تصوف کے خلاف ۔۔۔ الوداع اے ذوقِ باطن الوداع اے ذوقِ عام

صرف یہی نہیں۔ اکبر نے اسی قسم کے قطعات اور اشعار میں بہت کچھ کہا ہے۔ بحث اگرچہ خالص نظریاتی اور علمی تھی لیکن موضوع میں "گرمئ بازار" پیدا کرنے کے لیے ان اخبارات نے اسے عوامی بحث بنا دیا تھا۔ خدا خدا کر کے یہ قصہ ختم ہوا اور خواجہ حسن نظامی نے اپنے ایک مضمون "جناب اقبال و حسن نظامی" میں اعلان کیا۔

"گذشتہ ایام میں جناب شیخ اقبال صاحب بیرسٹر پی۔ایچ۔ڈی اور حسن نظامی کے درمیان مسئلہ تصوف میں اختلاف واقع ہوا تھا۔ گفتگو آگے بڑھتی مگر ایک طرف تو جناب ڈاکٹر صاحب کو حضرت مولانا سید اکبر حسین صاحب الٰہ آبادی نے روکا۔ اور دوسری جانب مجھ کو بھی ممانعت فرمائی۔ میں حضرت اکبر کی ذات کو اپنا مرشدِ معنوی تصور کرتا ہوں اس لیے اس گفتگو سے دستبردار ہو گیا۔ اور خلقت کی اس شہرت کو برداشت کرتا رہا۔ کہ حسن نظامی اقبال سے علمی بحث نہ کر سکا کیونکہ یہ بدنامی بہتر تھی اپنے رہنمائے روح کی عدم تعمیل ارشاد سے۔"

(ہفت روزہ خطیب دہلی ۲۲ جنوری ۱۹۱۹ء جلد ۲ شمارہ ۲)

خواجہ حسن نظامی نے اپنے اسی مضمون میں اپنا وہ خط بھی نقل کیا ہے جو انہوں نے ڈاکٹر اقبال کو لکھا تھا خواجہ حسن نظامی نے اپنے خط میں لکھا تھا۔

محب الفقراء جناب شیخ ڈاکٹر محمد اقبال صاحب۔ سلام علیکم

"آج مجھی میر نیرنگ صاحب (غلام بھیک مرحوم) کے خط نے مجھے ایک بڑے مغالطے سے بچا لیا اور میں ان کا از حد ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنی ذاتی طمانیت کا اظہار کر کے مجھ کو ایک بدگمانی کے گناہ شدید سے نجات دی۔ میں آپ سے معذرت کرنے کو یہ خط لکھتا ہوں مجھے لاہور کے متعدد حضرات نے تحریری و زبانی اطلاعیں دی تھیں کہ اخبار "ستارہ صبح" (لاہور) کی آڑ میں آپ ہیں مگر مجھے میر نیرنگ کا سب سے زیادہ یقین ہے اس لئے میں اپنی بدگمانی کو واپس لے کر آپ سے عذر کرتا ہوں۔ اب مجھے اس جنگ و جدل میں آپ سے کچھ سروکار نہ ہوگا" مخلص دیرینہ

حسن نظامی

خواجہ حسن نظامی کا یہ تاریخی خط دہی خط ہے جس کے جواب میں ڈاکٹر اقبال نے ۱۱ جنوری ۱۹۱۹ء کو بہت تفصیلی طور پر اپنے نقطہ نظر کی وضاحت کی تھی۔ اقبال کا یہ خط بھی ہفت روزہ "خطیب" دہلی کے اس شمارے میں نقل کیا گیا ہے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے یہ خط بھی اقبال کے ان بہت سے غیر معروف خطوط میں شامل ہے جو ابتک ان کے کسی مجموعہ مکاتیب میں شامل نہیں ہو سکے ہیں۔

لاہور — ۱۱ جنوری ۱۹۱۹ء

مخدوم و مکرم جناب خواجہ صاحب!

السلام علیکم۔ آپ کا خط کئی دن سے آیا رکھا ہے۔ مجھے مصروفیت رہی اس وجہ سے جواب نہ لکھ سکا معاف کیجئے گا مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ میر نیرنگ صاحب نے آپ کو خط لکھا ہے جس نے آپ کو "بدگمانی کے گناہ" سے بچایا۔

الحمدللہ علیٰ ذالک

آپ کو معلوم ہے تقریباً دو سال ہوئے میں نے ان اعتراضات کے جواب میں جو آپ نے "مثنوی" اسرار خودی" پر کئے تھے چند مضامین مسائل تصوف پر لکھے تھے جن کا مقصد صرف یہ تھا کہ مسئلہ "وحدت الوجود" ان معنوں میں کہ ذات باری تعالیٰ ہر شے کی عین ہے قرآن سے ثابت نہیں۔ اور روحانیت میں اسلامی تربیت کا طریق "صحو" ہے نہ سکر۔ آپ ہی کے اخبار "خطیب" میں حضرت صوفی قوری شاہ سلیمان نے ان دونوں مسائل کے متعلق میرے حق میں فیصلہ صادر فرمایا۔ باوجود اس کے کہ مجھے ہمیشہ اس بات کا تعجب رہا کہ آپ اور آپکے احباب اس اختلاف کی وجہ سے مجھے کیوں دشمن تصوف سمجھتے ہیں؟ یہ اختلاف کوئی نئی بات نہیں بلکہ حضرات صوفیہ میں ایک عرصے سے موجود ہے بہرحال جن خیالات کا اظہار میں نے اخبار "وکیل" میں کیا تھا ان کی صداقت کا مجھے اب تک یقین ہے گو ان پر مزید بحث کرنا کئی وجوہ سے غیر ضروری جانتا ہوں عوام بلکہ بعض خواص کو بھی ان صوفی موعد میں

کوئی دلچسپی نہیں، ورنہ اس قسم کے مباحث اخباروں کے لئے موزوں ہیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ مولانا اکبر (الہ آبادی) نے (جنکا ادب و احترام میں اس طرح کرتا ہوں جس طرح کوئی مرید اپنے پیر کا احترام کرے) مجھے لکھا کہ یہ بحث غیر ضروری ہے۔ اس دن سے آج تک میں نے ایک سطر بھی ان مباحث پر نہیں لکھی۔ گو ذاتی فایدے کے خیال سے مطالعہ جاری رکھتا ہوں۔ اب جو مولوی ظفر علی خاں صاحب نے اخبار "ستارہ صبح" میں یہ بحث دوبارہ چھیڑی تو بوجہ ان دیرینہ تعلقات کے جو میرے اور ان کے درمیان ہیں اور نیز اس وجہ سے کہ اس بحث میں مجھے کمال دلچسپی ہے بعض لوگوں کو یہ بدگمانی ہوئی کہ "ستارہ صبح" کے مضامین میں لکھتا ہوں یا لکھواتا ہوں۔ ! لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرے قلم سے ایک سطر بھی اس بحث پر نہ نکلی اور نہ میں نے مولوی صاحب موصوف (ظفر علی خاں) کو کوئی مضمون لکھنے کی تحریک کی ہے بلکہ پرائیویٹ گفتگو میں کئی امور میں میں نے ان سے اختلاف کیا ہے ! اس کے علاوہ میں تو اصولی بحث کو جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں اخباروں کے لئے موزوں نہیں سمجھتا۔ چہ جائیکہ کسی اور کو اس کے جاری رکھنے کی تحریک کروں ! البتہ موجودہ نتائج کے حالات پر گفتگو اور ہمدردانہ لہجے میں ان کے خیالات و رسوم کی تنقید کرنے سے قوم کو ضرور فائدہ ہوگا۔ اگر مولوی ظفر علی خاں یا آپ اس طرف توجہ کریں تو "چشم ما روشن دل ما شاد" غرض کہ آپ کو میری نسبت بدگمانی کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی ورا اگر کسی وجہ سے بدگمانی ہو بھی گئی تھی تو آپ مجھ سے براہ راست دریافت کر سکتے تھے۔ لوگ تو اس قسم کی باتیں اڑایا ہی کرتے ہیں۔ دو چار روز کا ذکر ہے کہ ایک شخص نے بیان کیا کہ خواجہ حسن نظامی صاحب نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ اقبال نے اپنی ٹوپی ہمارے قدموں پر رکھ کر ہم سے معافی مانگی ہے۔ اور آیندہ کے لئے توبہ کی ہے۔ میں نے انہیں یہ جواب دیا کہ جن لوگوں کے عقائد و عمل کا مآخذ کتاب و سنت ہے اقبال ان کے قدموں پر ٹوپی کیا سر رکھنے کو تیار ہے ! اور ان کی صحبت کے ایک لحظہ کو دنیا کی تمام عزت و آبرو پر ترجیح دیتا ہے۔ لیکن جو بات خواجہ حسن نظامی کی طرف سے منسوب کرتے ہو اس کے لغو ہونے میں مجھے ذرا بھی شبہ نہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ اگر آپ چاہیں تو یہ خط شائع کر سکتے ہیں

والسلام

محمد اقبال از لاہور

اقبال کے خلاف اصل بنائے مخاصمت یہی "ثنویت" کی بحث تھی جس کا خاتمہ اس طرح پر ہوا۔

لیکن — طوفان ! طوفان سے پہلے ! اور طوفان کے بعد ! ایک عرصہ تک اقبال اور ان کی شاعرانہ عظمت موضوع بحث بنی رہی ! اس سلسلہ میں "اقبالیات" کا وہ دور بھی کافی دلچسپ تھا جب "یاران نکتہ داں" نے اقبال اور اکبر الہ آبادی کو ایک دوسرے کا حریف بنا دینے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ یہ زمانہ وہی ہے جب اقبال کے یہاں ایک قسم کا فلسفیانہ طنز و مزاح جگہ پا چکا تھا۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں پڑھنے کے لئے انہوں نے کچھ قطعات نظم کئے تھے جنہیں روزنامہ "زمیندار" لاہور نے "پکوڑے" کا عنوان دیکر خاص اہتمام سے شائع کیا تھا۔ اوّل تو "پکوڑے" کا عنوان ہی کچھ شاعرانہ نہیں تھا۔ دوسرے "زمیندار" نے انہیں اکبر الہ آبادی کا رنگ دیکر اقبال کے ناقدین کو اور بھی برافروختہ کر دیا۔ اس زمانے تک تنقید کے معنی "تنقیص" ہی تک محدود تھے آگرہ کا ماہنامہ "نقاد" اس بحث میں اپنے دوسرے

معاصرین سے پیچھے نہیں تھا۔ "نقاد" کے ایڈیٹر[1] شاہ دلگیر اکبرآبادی مرحوم اپنے دور کے ایک بڑے حلقے کے پیر طریقت تھے: بیخود خیرآبادی۔ اکبر...؟ قمر مرادآبادی۔ شفق عماد پوری۔ احسن اکبرآبادی۔ شوق قدوائی۔ شرر لکھنوی۔ عشرت لکھنوی۔ حکیم برہم گورکھپوری۔ مہدی الافادی۔ صفدر مرزاپوری۔ حامد حسن قادری۔ شہیر مچھلی شہری۔ اس عہد کے ادیبوں اور شاعروں کی ایک بہت بڑی پارٹی ان کے ساتھ تھی۔ "نقاد" میں بھی اقبال کے خلاف ایک محاذ قائم کیا گیا اور "تنقید" کے نام پر اقبال پر اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔

"نقاد" کے جو شمارے میرے کتب خانے میں موجود ہیں ان میں اسی قسم کا ایک مضمون ملتا ہے جس میں "زمیندار" کے شائع کردہ قطعات پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ یہ مضمون "اقبال اکبر کے رنگ میں" ماہنامہ نقاد بابتہ ماہ مئی ۱۹۱۳ء (جلد ۲ شمارہ ۵) میں شائع ہوا تھا۔ مقالہ نگار نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا تھا بلکہ "اودھ پنچ" طرز پر مضمون نگار کے نام کے بجائے غالب کا ایک پورا مصرعہ لکھ دیا گیا تھا۔

ہم سخن فہم ہیں غالب کے طرفدار نہیں!

یہ مضمون ادبی افادیت کے اعتبار سے تو کوئی اہمیت نہیں رکھتا لیکن اقبال کے مطالعہ کرنیوالوں کے لئے "اقبالیات" کی ایک دلچسپ اور کارآمد کڑی ضرور ہے۔ اس مضمون کے ضروری حصے پیش کئے جاتے ہیں۔

"(اقبال اکبر کے رنگ میں) اس عنوان سے "زمیندار" میں ڈاکٹر اقبال کے وہ پکوڑے شائع ہوئے ہیں جو انجمن حمایت الاسلام کے سالانہ جلسے کے لئے بہ اہتمام خاص انہوں نے تیار فرمائے تھے۔ "زمیندار" کی رائے میں ان کو اقبال نے اکبر کے رنگ میں لکھا ہے جیسا کہ اس کے عنوان (پکوڑے) سے ظاہر ہو رہا ہے۔ لیکن ان "پکوڑیات" کو بالاستیعاب پڑھنے اور کلام اکبر سے ان کا مقابلہ کرنے کے بعد بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ ؎

تلخیٔ موت کو فرہاد کی وہ کیا جانے
منہ سے شیریں کے ابھی دودھ کی بو آتی ہے

ان "پکوڑیات" کی ان غلطیوں کو ہم نظرانداز کئے دیتے ہیں جن کی اصلاح ڈاکٹر صاحب کو "دلیش" کے ذریعہ سے کرنی پڑی۔ صرف دو غلطیاں ناظرین "نقاد" کے سامنے ہم پیش کرتے ہیں جن سے اقبال کا پایۂ شاعری اور مرتبہ زباندانی بخوبی واضح ہو جائے گا۔ "پہلا پکوڑا" یہ ہے ؎

مشرق میں "اصول دین" بن جاتے ہیں
مغرب میں مگر مشین بن جاتے ہیں
رہتا نہیں ایک بھی ہمارے پلے
واں ایک کے تین تین بن جاتے ہیں

"اصول دین" میں "اعلان نون" قطعی ناجائز ہے اور اقبال جیسے شاعر سے ایسی غلطی کا سرزد ہونا نہایت شرمناک ہے۔ ایک اور "پکوڑا" ہے ؎

تعلیم مغربی ہے بہت جرأت آفریں　　　پہلا سبق ہے بیٹھ کے کالج میں مار ڈینگ

[1] شاہ نظام الدین دلگیر اکبرآبادی

بستے ہیں ہند میں جو خریدار ہی فقط　　"آغا" بھی لے کے آتے ہیں اپنے وطن سے ہینگ
میرا یہ حال بوٹ کی "ٹو" چاٹتا ہوں میں　　ان کا یہ حکم دیکھ مرے فرش پر نہ" رینگ"
کہنے لگے کہ اونٹ ہے بھدا سا جانور　　اچھی ہے گائے ! رکھتی ہے کیا نوکدار سینگ

ڈینگ - ہینگ اور سینگ کے قافیوں میں " رینگ" کا قافیہ نظم کرنے سے اقبال کی زباندانی کی ساری قلعی کھل جاتی ہے مبتدی سے مبتدی بھی زبان کی اس فحش غلطی کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ تھوڑا عرصہ ہوا " زمیندار" نے لکھا تھا کہ " کلام مجید" کا جو رتبہ عربی زبان میں ہے وہی درجہ اقبال کی نظموں کا اردو میں ہے - ..... یہ تقلید رنگ نہیں نقالی ہے جس کا ثبوت ایک ہی شعر سے بخوبی مل سکتا ہے اکبر نے کہا تھا۔ ؎

کہتا ہے یہ دل کہ خودکشی کی ٹھہرے　　خیر- اس کو بھی مان لیں تو بندوق کہاں

اس کے بعد ڈاکٹر اقبال انہیں "پکوڑیات" میں فرماتے ہیں ؎

ہوا میں جینے سے بیزار جب تو فرمایا　　کہاں سے لاؤ گے بندوق خودکشی کے لئے

(صفحہ ۳۷ و ۳۸ - ماہنامہ نقاد آگرہ - مئی ۱۹۱۴ء)

اکبر نہایت ہی صلح کل مزاج کے انسان تھے اس بحث کی تلخی برداشت نہ کر سکے وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ بحث خواہ " اعلان نون " کی ہو خواہ قافیہ کی - اس میں کچھ زیادہ جان نہیں ہے اور اقبال کی عالمانہ عظمت و توقیر ان ناگوار مباحث سے کہیں بلند و برتر ہے چنانچہ بحث ختم کرنے کے لئے انہوں نے ایڈیٹر " نقاد" کو ایک قطعہ ارسال کیا جسے اگست ۱۹۱۴ء کے " نقاد" میں ایڈیٹر " نقاد" نے اپنے ایک نوٹ کے ساتھ شائع کیا - ایڈیٹر " نقاد" نے لکھا

" اقبال اکبر کے رنگ میں" - اس عنوان سے " نقاد" کی کسی گزشتہ اشاعت میں جو مضمون شائع ہوا اسے دیکھ کر حضرت اکبر نے ہمیں یہ لطیفہ ارسال فرمایا - ؎

اقبال کو دین کی اشاعت کی ہے دھن　　جائز تھا کہ نون کا وہ اعلان کریں
" نقاد" کو بت پرست شعروں کا ہے شوق　　وہ چاہتے ہیں اسے مسلمان کریں

(صفحہ ۴۱ ماہنامہ نقاد آگرہ - ماہ اگست ۱۹۱۴ء)

یہ تھی اقبال کے دور اولین کی وہ ہنگامہ خیزی - جس سے اس دور کے مقبول مشاہیر میں شاید ہی کوئی بچا ہو - اقبال بھی اللہ کو پیارے ہو گئے ! اکبر بھی اس دنیا کو خیرباد کہہ گئے - اور اس دور کے وہ " نقاد" بھی ! جن کے دم سے ایک زمانے میں علمی و ادبی مباحثوں کی گرم بازاری رہا کرتی تھی - لیکن ماضی کے یہ دھندلکے اب بھی کبھی کبھی ایسی " لو" دے جاتے ہیں کہ انہیں تاریخ ادب کے دامن میں سمیٹ لینے کو جی چاہتا ہے -

زیب النساء بیگم

کلیات علی عادل شاہ کے تین مطبوعہ نسخے

بیجاپور کے عادل شاہی حکمراں علی عادل شاہ جس کا تخلص شاہی تھا۔ اس کے کلیات کے تین مطبوعہ نسخے بازار میں آگئے ہیں۔

(۱) ناگری خط میں — مرتبہ ڈاکٹر شری رام شرما صاحب۔

(۲) نستعلیق رسم خط میں — مرتبہ زینت ساجدہ صاحبہ

(۳) نستعلیق رسم خط — مرتبہ میاں مبارز الدین رفعت

اول الذکر آگرہ سے ثانی الذکر حیدرآباد سے اور آخر الذکر علی گڑھ سے شائع ہوا ہے۔ ان کو متعارف کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کلیات کے دستیاب ہونے کے متعلق مختصر تبصرہ کیا جائے۔

واضح ہو کہ اس کلیات پر سب سے پہلے جناب نصیر الدین ہاشمی کا مضمون رسالہ معارف مئی ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا تھا۔ جس میں موصوف نے اور اس کا تبصرہ کیا ہے کہ علی عادل شاہ کون تھا اور اس کے خاندان میں کس طرح علمی سرپرستی ہوتی رہی اور خود اس کو علم و فن سے بے شغف تھا اور اس کی حکمرانی کا زمانہ کس طرح جنگ و جدل سے معمور رہا۔ ہمسایہ حکمرانوں بالخصوص مغلیہ شہنشاہیت اور خود اس کے باغی امرا سے برسر پیکار رہنے کے باوجود اس نے کامیابی سے حکمرانی کی اور صرف ۳۵ سال کے سن میں دنیا سے چل بسا اور یہ کلیات کو شاہی سے متعلق کرنے کے وجوہ بتائے ہیں۔ اس کے بعد قصائد، غزلیات، مثنویاں، مخمس وغیرہ کا تعارف کراتے ہوئے کلام پر تبصرہ اور ریویو بھی موجود ہے۔ چنانچہ اس مضمون کے متعلق ایڈیٹر صاحب رسالہ معارف نے رسالہ معارف میں حسب ذیل نوٹ بھی لکھا۔

"مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی مؤلف یورپ میں دکنی مخطوطات، اردو کی ابتدائی تاریخ کی گمشدہ کڑیوں کی تلاش جستجو میں سرگرداں رہتے ہیں۔ موصوف اس سے پہلے وجہی، نظامی اور ابراہیم عادل شاہ کی مثنوی کو پہلی مرتبہ ان ہی صفحات سے روشناس کرا چکے ہیں۔ آج وہ سلطنت عادل شاہی کے ایک تاجدار سلطان علی عادل شاہ کے کلیات کو پہلی مرتبہ روشناس کرا رہے ہیں، امید ہے کہ اسے بھی دلچسپی سے دیکھا جائے گا۔"

اس کے بعد موصوف کا ایک دوسرا مضمون رسالہ "شہاب" حیدرآباد میں ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ اس کے متعلق یہ صراحت تھی کہ اس کو نظام کالج یونین میں [illegible] امین جنگ کے زیر صدارت سنایا گیا تھا۔ اس مضمون میں بھی نہ صرف علی عادل شاہ بلکہ اس کے کلیات پر سیر حاصل

بحث کی گئی ہے۔

ان میں سے اول الذکر مضمون مقالات ہاشمی میں شامل ہے۔ جو ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا ہے۔

ہاشمی صاحب کے مضامین کی اشاعت کے بعد کئی اصحاب نے سنٹرل ریکارڈ آفس سے جہاں یہ کلیات خرید لیا گیا تھا نقل کیا اور شری رام شرما صاحب نے آگرہ یونیورسٹی سے اس کو ایڈیٹ کر کے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ اس زمانہ میں اس کو ناگری اور نستعلیق رسم خط میں شائع کرنے کا ارادہ کیا گیا تاکہ ناگری رسم خط میں تو آگرہ سے اس کی اشاعت ہو گئی مگر نستعلیق رسم خط میں انجمن ترقی اردو علی گڑھ نے کئی سال کے بعد اب شائع کیا ہے۔

اس موقع پر ناگری رسم خط کے کلیات کو نظر انداز کر کے صرف نستعلیق رسم خط کے دونوں نسخوں کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ دونوں کتابیں (۸ × ۴½) سائز پر شائع ہوئی ہیں۔

زینت ساجدہ صاحبہ کی کتاب میں (۱۴۱) صفحے مقدمے کے ہیں جس میں خاندان عادل شاہی کی پوری تاریخ تفصیل سے بیان کی گئی ہے بلکہ ہر ایک بادشاہ کا حال لکھا گیا ہے۔ اور فارسی کتابوں سے ان کے علم و فن کی سرپرستی کے متعلق جابجا اقتباسات بھی درج کئے ہیں۔ احمد اکثر سلاطین کے زمانے میں فارسی گو شعرا کو بھی متعارف کرایا گیا ہے۔ اس کے بعد علی عادل شاہ کے دور حکمرانی کے سیاسی سماجی اور علمی حالات تفصیل سے لکھے گئے ہیں سیواجی کے ساتھ معرکوں، صلابت خان اور دوسرے امرا کی سرکشی مغلیہ حکومت سے نبرد آزمائی اور اس کا انجام۔ غرض علی عادل شاہ کے اور اس کے خاندان کے پورے حالات نہایت تفصیل اور وضاحت سے اس مقدمہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس مقدمے کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ زینت ساجدہ صاحبہ نے غالباً اس امر کا تہیہ کیا ہے کہ کسی ایسے شخص کی تحقیقات سے استفادہ نہ کیا جائے جس کے پاس کسی یونیورسٹی کی کوئی ڈگری نہ ہو۔ چنانچہ ان کے اس مقدمے میں اشارتاً یا کنایتاً بھی اس امر کا شائبہ نظر نہیں آتا کہ کوئی اور بھی اس کلیات کو ان سے سالہا سال پہلے متعارف کرا چکا ہے اور علی عادل شاہ کے وہ سب کچھ حالات درج کر دیئے گئے جو اس مقدمہ کی جان ہیں۔ اور جن کو بیان کرنا ضروری سمجھا گیا ہے نصرتی کے انتقال کے سن کا حوالہ دینے کے لئے موصوفہ نے پروفیسر عبد الحمید صدیقی کا حوالہ دینا مناسب تصور کیا اور جو پہلے پہل اس کے سنہ انتقال منظر عام پر لایا یعنی ہاشمی صاحب چونکہ صاحب مضمون کے پاس کوئی ڈگری نہیں ہے۔ اس کا حوالہ مناسب نہیں سمجھا گیا۔ زینت ساجدہ صاحبہ نے کلیات کا تعارف حسب ذیل حصوں میں کیا ہے۔

کلیات شاہی کا ایک مخطوطہ سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد میں محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور نسخے کا آج تک پتہ نہیں چلا ہے۔ زیر نظر کلیات میں شاہی کے جو مرثیے شامل کئے گئے ہیں وہ سالار جنگ لائبریری اور ادارۂ ادبیات اردو کی مختلف بیاضوں سے دستیاب ہوئے ہیں۔

رفعت صاحب نے بیجاپور کی عادل شاہی سلطنت پر صرف ایک صفحہ لکھا ہے۔ علی عادل شاہ ثانی کے متعلق تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اس مقدمے میں رفعت صاحب نے کلیات کے دستیاب ہونے خریدے جانے کی صراحت بھی فرمائی ہے۔ چنانچہ اقتباس ملاحظہ ہو:۔

سلطان علی عادل شاہ کی شاعری کے بارے میں ان تمام شواہد کے موجود ہوتے ہوئے بھی عرصہ دراز تک اس کے کسی شعری کارنامہ کا پتہ نہ چل سکا۔ آخر کار اس کے کلیات کا ایک نسخہ دکن کے مشہور اہل قلم جناب نصیر الدین ہاشمی نے برہان پور میں دریافت کر ہی لیا۔ ان کی

وساطت سے یہ قلمی نسخہ جو اب تک دنیا میں کلیات شاہی کا واحد نسخہ ہے سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد کے لئے خرید اگیا اور اس وقت بھی یہ نسخہ اس دفتر کے نوادرات میں شامل ہو کر اس کتب خانہ کی زینت بڑھا رہا ہے "۔

اگر زینت ساجدہ صاحبہ کے مقدمے میں سلطنت عادل شاہی کی پوری تاریخ درج ہونے سے ایک خاص حیثیت مقدمے کو پیدا ہو گئی ہے۔ تو رفعت صاحب کے مقدمے کو کلیات کے تمام اندراجات کی صراحت کے باعث فوقیت دی جا سکتی ہے۔

دوسرا حصہ زینت ساجدہ صاحبہ کے مقدمہ کا کلیات عادل شاہ پر مشتمل ہے جو (١٠٨) صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

رفعت صاحب کا مقدمہ (٩٤) صفحات پر مشتمل ہے۔ یعنی زینت ساجدہ صاحبہ کے مقدمے سے صرف (٢٠) صفحے کم ہیں۔ زینت ساجدہ صاحبہ کے پاس عادل شاہی تاریخ پر زیادہ تفصیل ہے اور رفعت صاحب نے نفس کلیات پر بہت تفصیل سے روشنی ڈالی اور تنقید کی ہے رفعت صاحب کا مرتبہ کلیات (١١٦) صفحات پر مشتمل ہے اور زینت ساجدہ صاحبہ کے (١٠٨) صفحات رفعت صاحب نے کلیات کی بحروں کی بھی صراحت کر دی ہے۔

زینت ساجدہ صاحبہ نے بھی علی عادل شاہ کی موسیقی کی مہارت راگ راگنیوں کی صراحت ہندی دیومالا کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور رفعت صاحب نے بھی اس پر اظہار خیال کیا ہے۔

دونوں کلیات میں فرہنگ موجود ہے۔ زینت ساجدہ صاحبہ کے ہاں یہ فرہنگ (٤٥) صفحات پر مشتمل ہے۔ اور رفعت صاحب کے پاس (١٨) صفحات پر مشتمل ہے۔ جس سے واضح ہے کہ زینت ساجدہ صاحبہ نے زیادہ الفاظ کی صراحت کی ہے۔ زینت ساجدہ صاحبہ کے ہاں فرہنگ کے بعد تشریحات کے عنوان سے (٣٢) صفحے ہیں جس میں موسیقی اور دیومالا کی وضاحت کی گئی ہے۔ زینت ساجدہ صاحبہ نے علی عادل شاہ کی مہارت موسیقی پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اور واضح کیا ہے کہ مہارت موسیقی میں علی عادل شاہ کو ابراہیم عادل شاہ پر فوقیت دی جا سکتی ہے۔

اس تفصیل سے واضح ہو سکتا ہے کہ کلیات شاہی کے دونوں نسخے جو طبع ہو گئے ہیں ان میں کیا فرق ہے اور کیا امتیازات ہیں۔

زینت ساجدہ صاحبہ سے ہم کو یہ شکایت ہے کہ وہ باوجود ہاشمی صاحب سے متعارف رہنے اور ان کی تصانیف سے استفادہ کرنے اپنے کلیات میں اشارتاً یا کنایتاً حوالہ نہیں دیا حالاں کہ جس نے کلیات کو پہلے پہل اصحاب علم سے متعارف کرایا اور جس کا تذکرہ ایڈیٹر رسالہ معارف نے کیا ہے۔ مگر زینت ساجدہ صاحبہ نے اس کو نظر انداز کر دیا۔ حالاں کہ مقدمہ میں جو امور درج کئے ہیں ان میں سے بڑا حصہ ہاشمی صاحب کے مضامین میں موجود ہے کسی صاحب علم کے تحقیقات سے استفادہ کرنا اور اس کا اظہار نہ کرنا ایک محقق کے شایان شان نہیں ہے۔ رفعت صاحب نے کم از کم مقالات ہاشمی کا تذکرہ کر دیا اور کلیات کے دستیاب ہونے کا حوالہ بھی درج کر دیا ہے۔ مگر زینت ساجدہ صاحبہ نے اس کا تذکرہ کرنا ہی شاید اپنی توہین تصور کیا ہے حتیٰ کہ نصرتی کے سنہ انتقال کو بھی دوسرے شخص سے متعلق کیا ہے۔

ویریندر پرشاد سکسینہ
بدایونی

باغ اکبرآبادی

منشی بانکے کرشن نام باغ تخلص منشی ہنومان داس آنجہانی کے صاحبزادے تھے تقریباً ۱۸۹۱ء میں آگرہ میں پیدا ہوئے ہوش سنبھالا تو گھر میں دولت اور عزت سب کچھ موجود تھی۔ آپ کے والد کی عظمت تمام شہر آگرہ میں تھی کیونکہ دیش اگروال ہوتے ہوئے اور لین دین کرتے ہوئے آپ نے کبھی کسی سے سود نہیں لیا۔ کئی پشت سے پیشۂ طبابت آپ کے خاندان میں ہوتا ہے۔ باغ کو فن طب میں حکیم باسط علی مرحوم سے شرف تلمذ تھا۔ شعر و شاعری کی طرف میلان طبیعت بیس بائیس سال کی عمر سے رہا۔ اور حکیم وصی حسن صاحب شباب اکبرآبادی کے مشورہ سے مرزا تجمل حسین فلک اکبرآبادی کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ علم عروض و قافیہ میں پوری مہارت رکھتے تھے آگرہ اسکول کے اپنے وقت کے مسلمہ استاد تھے۔ آغاز شاعری کے زمانہ میں مشاعروں میں شب و روز شریک ہوتے لیکن جوان فرزند کی موت کے صدمہ سے شعرگوئی بالکل ترک ہو گئی تھی۔ مجموعہ کلام شائع نہیں ہوا متعدد بیاضوں میں ان کا کلام تھا جو اکثر رسالوں میں شائع ہوا۔ نومبر ۱۹۶۰ء میں انتقال فرمایا۔ اخلاق اور محبت کی کان تھے۔ نہایت دیندار انسان تھے ہر پورن ماشی کو کچھلا ضلع بدایوں آ کر گنگا نہا کر غریبوں کو خیرات کیا کرتے تھے۔

آپ کا کلام زبان کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ اس سے نازک خیالی صفائی اور پختگی ٹپکتی ہے۔ آپ کا شمار بھی سیماب۔ میکش۔ تمنا اور شام اکبرآبادی کی طرح آگرہ اسکول کے صف اول کے اساتذہ میں ہوگا۔ سیماب اکبرآبادی نے آگرہ اسکول پر ایک رسالہ شائع کیا ہے اس میں ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ کلام ملاحظہ ہو۔

میں سمجھتا تھا نسیم صبح کے پیغام سے — پھول کھلتے ہیں گلستاں میں تمہارے نام سے
عشق میں جان آگئی پھر حسن کے پیغام سے — کھول دیں بیمار نے آنکھیں تمہارے نام سے
مرنے والا مر چکا اور رونے والے رو چکے — آپ کو کیا فکر ہے اب سوئیے آرام سے
برق کو یوں دشمنی تھی چار تنکوں سے مرے — دہر میں مشہور تھے یہ آشیاں کے نام سے

اے غمِ جاناں نوازش کا تری صد شکریہ   کٹ گئی تیری بدولت زندگی آرام سے

سوہانِ روح تھا یہی تسکینِ جاں بنا   رنگیں لہو سے ہو کے قفس گلستاں بنا
جب کوئی رازداں نہ ملا مجھکو شامِ غم   تو آپ کا خیال مرا رازداں بنا
تم نے ہزار بار مٹایا تو کیا ہوا   میں جب بنا تمہارے قدم کا نشاں بنا
یہ تو ہوا کہ عشق کی تصویر بن گیا   لیکن ابھی نہیں آپ کی صورت کہاں بنا
دیکھو تو باغ خونِ شہیداں کی شوخیاں   پھولوں میں رنگ، رنگ میں رعنائیاں بنا

جب دیکھے بگڑے دیکھے تیور تری نظر کے   کچھ آنکھ میں مروت بھی چاہیئے بشر کے
معلوم ہیں مجھے بھی دیر و حرم کی رسمیں   سب کچھ بتا دیا ہے تم نے خراب کر کے
وہ بجھ گئے تو غم کیا یہ حشر تک جلیں گے   وہ قبر کے دیئے تھے یہ داغ ہیں جگر کے

جنوں کا ہاتھ ہے شاید ہواؤں میں گلستاں کی   بہار آتے ہی کلیاں کھل گئی ہیں میرے داماں کی
ہماری زندگی تو وقفِ زنداں ہو چکی یا رب   تخیل پیش کیوں کرتا ہے تصویریں گلستاں کی

یا رب لیا نشاط کسی نے کسی نے عشق   غم میں نے لے لیا یہ پسند آگیا مجھے

میرا کسی نے ساتھ شبِ غم دیا نہیں   یعنی چراغ بھی تو سحر تک جلا نہیں

تڑپ گیا تھا دلِ نامراد غربت میں   وطن کی یاد نہ آئی تھی تیر آیا تھا

یہ بھی تو لوٹ رہا ہے ترے جلووں کی بہار   میں بھی اٹھ جاؤں گا آئینہ مقابل سے اٹھا
کہہ دیا تھا نہ اٹھوں گا نہ اٹھا جیتے جی   دیکھ لے میرا جنازہ تری محفل سے اٹھا
نعمتِ دردِ دلِ اشک - گل داغِ جگر   کچھ نہ کچھ لے کے اٹھا جب تری محفل سے اٹھا

نظیر محسن

احمد ندیم قاسمی کا تصوّر انسانیت

موجودہ اردو شاعری پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے آج ہر نقاد کو یہ عام شکایت ہے کہ نئی نسل کے نوجوان شعراء کے یہاں زندگی اور انسانیت کا وہ عالی تصور نہیں ملتا جو قدیم شعراء کے یہاں پایا جاتا ہے۔ مادیت کے بڑھتے ہوئے طوفان نے اعلیٰ زندگی کی اقدار کو اس طرح مسمار کیا ہے کہ انسانیت آج صرف بھوک بن کر رہ گئی ہے۔ آج کا شاعر "نان جویں" کے بغیر "درس خودی" کو ایک مضحکہ خیز بات سمجھتا ہے اس کے نزدیک بھوک کو آداب کے سانچوں میں ڈھالنا حماقت سے کم نہیں۔ اسی لئے ہماری شاعری میں مادیت کی فراوانی اور اعلیٰ اقدار حیات سے دانستہ گریز پایا جاتا ہے۔ لیکن قصور کس کا ہے، شعراء اور ادیب اسی زندگی کی تصویر کشی کرنے میں جو ان کے گرد و پیش پھیلی ہوئی ہے۔ ان کے تصورات ان کے نظریئے عام زندگی سے مختلف نہیں ہو سکتے جب ہماری اپنی زندگی ہی اعلیٰ اقدار سے محروم ہے تو شعراء پر یہ الزام کیوں۔ باوجود اس مادیت پرستی کے اس دور میں بھی چند ایسے شعراء موجود ہیں جو انسانی عظمت کے قائل ہیں۔ جن کا مقصد انسان کو مادی اور روحانی عسرت سے نجات دلا کر دلوں میں گداز، بصیرت میں حق شناسی اور کردار میں استقامت و رفعت پیدا کرنا ہے تاکہ زندگی مجموعی اور انفرادی حیثیت سے بیرونی و اندرونی طور پر مصفیٰ بھی ہو اور معطر بھی۔ ؎۱

اقبال کے یہاں عظمت انسانی کا جو تصور اور انسانی قدروں کا جو احترام پایا جاتا ہے اس سے موجودہ نسل تمام تر منکر نہیں ہے آج بھی چند شعراء ایسے مل جاتے ہیں۔ جنھوں نے انسانی عظمت کے راگ گائے ہیں جنھوں نے ایک اعلیٰ زندگی کا تصور پیش کیا ہے — احمد ندیم قاسمی کا نام ان شاعروں میں سرفہرست ہے۔ ندیم صرف ایک اچھا شاعر ہی نہیں ایک اچھا انسان بھی ہے اور جب تک شاعر اچھا انسان نہ ہو اس کی شاعری فن کی اعلیٰ اقدار سے محروم رہتی ہے۔ ندیم کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے سے ہمیں اس کے ایک اچھے انسان ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا اور یہ پختہ شخصیت جب اس کے فن میں اجاگر ہوتی ہے تو وہ اچھا شاعر بھی بن جاتا ہے۔ اس کی شاعری میں ہم کو انسانی عظمت کی پرچھائیں نہیں بلکہ ایک مکمل انسانیت کا تصور ملتا ہے۔

ندیم کی ابتدائی شاعری میں اگرچہ ہر نوجوان شاعر کی طرح تخیل اور رومان کی فراوانی ہے لیکن شاعری کے اس ناپختہ دور میں بھی ندیم کے یہاں انسانی زندگی سے گہری محبت کا احساس پایا جاتا ہے۔ اسے زندگی محض سڑا ہوا جسم اور رستا ہوا ناسور نظر نہیں آتی بلکہ حسن مجسم معلوم ہوتی ہے وہ انسانی حسن کو ماورائی اور تخیلی نہیں سمجھتا وہ تمام تر ارضی ہے اور اسی حسن سے عشق کرتے ہوئے اس کے یہاں ایک عجیب سرور کا احساس ہوتا ہے اسے صرف انسان اور اس کی ذات ہی سے محبت ہے۔

؎۱ سجاد ظہیر۔ سرآغاز "زنداں نامہ" (فیض)

کوئی گداز نہیں خلد کے فسانوں میں
مری بہشت ہے تنکوں کے آشیانوں میں
بشر اسیر ہے انساں کی داستانوں میں

لبھا سکا فقط انسان کا مزاج مجھے

اسے زندگی کے ہر پہلو سے محبت ہے۔ اس نے زندگی کو تبسم شیریں ہی نہیں "گریۂ تلخ" بھی سمجھا ہے۔ لیکن اپنے ان آنسوؤں اور ان قہقہوں سے یکساں طور پر پیار ہے۔

میرا موضوعِ سخن ہے زندگی — بے کراں، رقصاں، جواں، نکہت فشاں
مضمحل، افسردہ، بے بس، ناامید — مضطرب، بے چین، بے کل، سرگراں

انسانی زندگی سے اس بے پایاں محبت نے ندیم کے یہاں انسانیت کی عظمت کا احساس بھی پیدا کیا ہے۔ "انسان عظیم ہے" پوری نظم ہی انسانی عظمت کی عکاس ہے۔ اگر اقبال نے انسان کی روحانی عظمت کے ترانے گائے ہیں تو ندیم نے انسانی زندگی کے مادی پہلو کی عظمت بیان کی ہے۔ جس میں ایک بلندی پائی جاتی ہے پستی اور گراوٹ نہیں ہے۔ وہ انسانی زندگی کے صرف روحانی پہلو کا ہی احترام نہیں کرتا ہے اس خاک کے پتلے کی مادی قدریں بھی قابل فخر نظر آتی ہیں وہ ان کی سرشت اور اس کی جبلت میں صرف کمزوریاں ہی نہیں دیکھتا اس میں اسے خوبیاں نظر آتی ہیں۔

وہ اعتماد ہے مجھ کو سرشتِ انساں پر
کسی بھی شہر میں جاؤ غریبِ شہر نہیں
یہی یقین کہ انسان کی جبلت میں
بایں شکستہ دلی آشتی ہے قہر نہیں ———→ (انسانیت)

ندیم انسان کو خاکی ہونے کے باوجود "گردوں مقام" سمجھتا ہے اگر اقبال نے انسانی فطرت میں کوئی کمی اور نقص کی تلاش کی ہے تو ندیم انسان کو خدا کے ذہن کا فن پارۂ عظیم گردانتا ہے۔ یہ انسانیت کے اعلیٰ محاسن ہی ہیں جو اسے تمام مخلوقات میں اپنے خالق سے قریب تر لاتے ہیں۔

وہ گوہرِ تابدار ہوں جو قبائے یزدانیت سے ٹوٹا ←——→ جو قلبِ ربانیت سے پھوٹا وہ نغمۂ خوش گوار ہوں میں

ندیم تخلیقِ آدم کو گناہ کا نتیجہ نہیں سمجھتا اس لئے انسان کی فطرت میں (ثواب سے گناہ تک) اسے اچھائیاں زیادہ نظر آتی ہیں یہ دوسری بات ہے کہ برائیوں نے ان پر پردہ ڈال دیا ہے۔ احترام و عظمت کے اس احساس نے اس کے یہاں بایں شکست دلی "پسپائی" اور "فراریت" پیدا نہیں ہونے دی۔ زندگی سے ناقابلِ بیان محبت اور انسانیت کے لازوال احترام نے اسے آسمانوں کے سربستہ رازوں میں الجھ کر رہ جانے سے محفوظ رکھا۔

رہی عزیز مجھے اس جہاں کی لاج مجھے
کہیں بھٹک نہ سکا تیرہ آسمانوں میں

انسانی فطرت میں ندیم کو ایسی صلاحیتیں نظر آتی ہیں جنہیں بروئے کار لا کر وہ ساری کائنات کو مغلوب و متسخر کر سکتا ہے — وہ

مشیت کا پابند ہونے کے باوجود مشیت پر اختیار بھی رکھتا ہے۔

آخر انساں ہوں مشیت سے الجھنے والا   اوج افلاک کے اسرار کا غم ساز ہوں میں
جس کی پرواز میں خود خلوتِ یزداں ہے محیط   وہ دھندلکوں سے الجھتا ہوا شہباز ہوں میں

(لمحاتِ گریزاں)

ان صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لئے ندیم نے زندگی کی اصلاح کا تصور بھی پیش کیا ہے۔ وہ زندگی کو اس کے موجودہ روپ میں قبول نہیں کرتا اس میں انقلاب لانا چاہتا ہے۔ اس کی کئی نظمیں "نئے آدم کا انتظار" "انسانیت کا تمام" "آزادی کے بعد" "مردِ خود شناس" "انسان عظیم ہے" وغیرہ میں یہ تصور پوری طرح اجاگر ہے۔ زندگی کی اصلاح کے تصور نے اس کے یہاں رجائی نقطۂ نظر پیدا کیا ہے۔

طلسمِ شب کا یہی زور ہے قدم نہ رکیں   اندھیرا ٹوٹ کے برسے مگر یہ سر نہ جھکیں
نجوم بجھتے رہیں تیرگی امڈتی رہے   سحر کا تو کسی ذی نفس کے پاس نہیں

(رات بیکراں تو نہیں)

مری سادہ دلی میرا مقدر ہی سہی لیکن   مجھے احساس ہے انسان کی گردوں مقامی کا
زمیں کی دھجیاں تاروں کی جانب اڑنے والی ہیں   یہی اب کارِ دیں گی نوعِ انساں کی پیامی کا

ندیم انسانی زندگی کے ارتقا کا قائل ہے اور اس کے لئے حرکت و عمل کی ضرورت ہے وہ زندگی کو عمل سے عبارت سمجھتے ہوئے انسان کو ایک جد و جہدِ مسلسل کی تلقین کرتا ہے۔ "تعمیر" "آوارہ نغمہ" "انسان عزم و عمل" میں حرکت و عمل کے درس ملتے ہیں۔

عزم کے ساتھ نہ شامل ہو عمل   تو مقدر ہی ہے محکومِ حیات
جو فرشتوں کی خدائی سے ملے   زہر ہی زہر ہے وہ قندِ نبات

ہم اپنی قوتِ تخلیق کو اکسانے آئے ہیں
تمیزِ امتیاز میں بجلیاں دوڑانے آئے ہیں

اسی حرکت و عمل اور زندگی کی اصلاح کے خیال نے ندیم کے یہاں اشتراکی نقطۂ نظر پیدا کیا ہے۔ لیکن اس کی اشتراکیت کی بنیاد لامذہبیت اور مادہ پرستی پر استوار نہیں ہوتی جلال و جمال کے دیباچہ "میرا فنی نظریہ" میں ندیم نے اپنے خیالات کا اس طرح اظہار کیا ہے۔

انقلابی شاعروں کی ایک خصوصیت آج تک میری سمجھ میں نہیں آئی کہ انہیں خدا سے بیر کیوں ہے۔ اگر مذہب کی ابتدائی یعنی حقیقی ماہیت کو پرکھا جائے تو ایک ایسی کیمیا رنگی کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو ہماری زندگی کو درندگی سے ہٹا کر انسانیت کا احترام اور اپنی ذات کی طہارت سکھاتا ہے مذہب اگر جو زنگری کی تشنہ راہیں کسی نوع کی مزاحمت کر سکتا تو مذہب مذہب نہ رہتا فاشستی احکام کا پلندہ بن کر رہ جاتا ہے مذہب ہمیں بداخلاقی، ذہنی آوارگی اور انسانیت دشمنی کی یقیناً اجازت نہیں دیتا الحاد کی رسم بازاری ہمارے یہاں صحیح فکری شاعری کی کمی کا نتیجہ ہے

اس اقتباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ندیم کے دل میں مذہب کا ایک خاص احترام ہے۔ اس کے نزدیک مذہب کے بغیر انسانیت کی اعلیٰ اقدار کا پیدا ہونا بھی ناممکن ہے۔ مذہب اخلاق عالیہ کا سرچشمہ ہے اور اس سے گریز کر کے کوئی شخص انسان دوستی کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اشتراکی نظام حیات میں انسان دوستی کا جو تصور ملتا ہے ندیم اس کا حامل ہے۔ بقول ممتاز حسین "ندیم انسانیت کی وحدت کے قائل ہیں۔ ان کے سامنے براہ راست انسانی تاریخ کے معرکے اور دور حاضر کے انسانوں کی وہ زندگی جو ظلم و صبر کا استحصال، غلامی اور نسلی و ملی تنفر کے خلاف جدوجہد کر کے انسانیت کو ایک نئی وحدت میں پرو رہی ہے"[1]

ندیم کے یہاں طبقاتی کشمکش اور اقتصادی بحران کا ذکر اسی لئے آیا ہے کہ وہ انسانیت کو ایک سطح پر لانا چاہتا ہے "وہ معاشرے میں انقلاب دیکھنا چاہتا ہے۔ کہ اس سطح ارض پر اپنی تقدیر کا مالک آپ بن جائے۔ وہ پرانی اقدار تمدن پر بے پناہ حملے کرتا ہے اور ان اداروں کو پاش پاش کر دینا چاہتا ہے۔ جو انسان کی غلامی مظلومی اور ذلت کے باعث ہوتے ہیں"[2]

یہی احساس انسانیت ندیم کے یہاں طبقاتی اختلاف ختم کر کے ایک نیا نظام زندگی رائج کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ وہ کسی بھی طبقے کو محکوم و مجبور دیکھنا نہیں چاہتا اسی لئے وہ ایک نئے آدم کے انتظار میں ہے۔ جو اس پورے نظام حیات کو بدل کر رکھ دے۔ جس نے انسان سے انسانیت کا احترام بھی چھین لیا ہے ؎

زندگی کو سنبھالنے کی ہوس	کب مقدر کے اختیار میں ہے
یہ زمیں یہ خلا کی رقاصہ	آدم نو کے انتظار میں ہے

(آزادی کے بعد)

ندیم کے یہاں انقلاب نعرہ بازی اور کھوکھلے پروپیگنڈے کا نام نہیں کچھ کر کے دکھانے کا نام ہے وہ قوموں کے کردار کا قائل ہے گفتار کا نہیں وہ تخیل کے بجائے حقیقت کا پرستار ہے۔ نسل و قوم کے امتیازات مٹا کر وہ ایک عالم گیر اخوت کی تلقین کرتا ہے۔

؎ ابھی انسان کو مانوس زمیں ہونا ہے

مہر و مہتاب کے ایوان نہیں درکار ابھی

ابھی نسلوں کے اک انبوہ میں محبوس ہوں میں

آدمیت کے تقاضے نہیں بیدار ابھی

ندیم آدم نو کے ارادہ و عمل کی قوتوں کو برسر کار لانا چاہتا ہے وہ عمل جو "دور حاضر کے اس طبقے کو اپنے خالق کے پہلو میں بٹھا دے جس کی محنت سے سینۂ گیتی میں نور جگمگا رہا ہے۔ اور روح پیدا ہوتی ہے جس کی بازوؤں کی صلاحیت اور علم کی حدت سے لوہا پانی کی طرح پگھل کر انسانی تخیل کے سامنے ایک نئی صورت کا منتظر ہے"

نوع انساں کے نئے عزم کی تکریم کرو	جب کہ ذرہ بھی قیامت کی خبر لایا ہے
تم ہی کہہ دو کہ سمندر لئے کتنے آنسو سا کیوں	کیا چٹانوں سے سفینہ کوئی ٹکرایا ہے

---

[1] ممتاز حسین دیباچہ شعلہ گل
[2] " " " " "

یہ عمل یہ ارادے اور یہ جد و جہد انسان کو اعلیٰ منازل زندگی سے روشناس کرا سکتے ہیں۔ ندیم کے یہاں رجائیت کا رنگ اسی خود اعتمادی اور یقین نے پیدا کیا ہے۔ جو اسے انسان اور اس کی صلاحیتوں پر ہے۔

میں تو کہتی ہوں مشیت بھی تڑپ اٹھے گی
دست انساں سے جب ادراک کا در کھٹکے گا

(تاریخ کی آواز)

میری قسمت کو نچائے گا ارادہ میرا — میرے پنجے میں سمٹ آئیں گی سب تقدیریں
خاک بوسوں کو اچھالوں گا فلک کی جانب — محو کر دے گا ستاروں کو بھی انساں کا مقام

(مرد خود شناس)

آدمی آدمی کو سمجھنے لگا تو خدا خود زمیں پر اتر آئے گا
آدمی کا خدا تک پہونچنا تو کیا آدمی تو خدائی پہ چھا جائے گا

ندیم کے یہاں انسان دوستی کے ساتھ انسانی خدمت کا احساس بھی پایا جاتا ہے۔ وہ انسانی غموں سے پیار کرتا ہے ان کے دکھ درد میں شریک ہونا چاہتا ہے۔ ان کے مصائب کا مداوا تلاش کرتا ہے۔ وہ صرف دوسروں کو تلقین نہیں کرتا بلکہ ایسے راستوں کی نشان دہی کرتا ہے جس پر خود بھی گامزن ہو سکے۔ اس کے نزدیک نوع انسان کی خدمت سب سے بڑی عبادت ہے۔ یہی مذہب کا پہلا سبق ہے۔ اسی لئے ندیم کے یہاں الحاد پیدا نہیں ہوتا ایمان سے روگردانی نظر نہیں آتی۔

خدا کے کام جو آئے خدا بنائے گئے — میں سوچتا ہوں کہ انسان ہی کے کام آؤں
ایک خوابیدہ مشیت کے پرستار ہو تم — ایک تابندہ حقیقت کا خریدار ہوں میں
تم نے افراد سے پیمان محبت باندھا — آدمیت کے تقاضوں کا وفادار ہوں میں

(جبر و اختیار)

ندیم کے یہاں انسانی عظمت کے اس احساس نے اس کے لب و لہجے میں ایک وقار و متانت اور کبھی کبھی ایک تیزی سی پیدا کر دی ہے۔ جب کبھی وہ انسان کو اس کی فطری صلاحیتوں کا احساس دلاتا ہے تو اس کے لہجے میں ایک جوش پیدا ہو جاتا ہے وہ خاک نشینوں کو مکاں کے مقامات اعلیٰ سے روشناس کرانا چاہتا ہے۔ لیکن اس کے لب و لہجہ کا جوش اور تیزی محض کھوکھلی نعرہ بازی نہیں اس میں شاعر کے دل کا خلوص ہے یقین ہے اور گہری خود اعتمادی ہے اسی لئے ندیم کی آواز بڑی گہری پُر وقار اور پُر اثر محسوس ہوتی ہے۔

آخر انساں ہوں مشیت سے الجھنے والا — اوج افلاک کے اسرار کا غمساز ہوں میں
مجھ کو فطرت کے صحیفوں پہ یقیں ہے لیکن — میرے ایماں میں انسان کی توقیر بھی ہے
اب مسافر کو نئے عزم سفر سے کیا کام — اب سی بزم پہ پرچم مرا لہرائے گا
اس بیاباں میں چمن راہ سجانے کے لئے — مرا احساس مرا آئینہ بن جائے گا

(شکنجے)

ادارہ

رابرٹ فراسٹ

امریکہ کے ملک الشعرا رابرٹ فراسٹ کا ۲۹۔جنوری ۱۹۶۳ء کو ۸۹ سال کی عمر میں بمقام بوسٹن انتقال ہوگیا۔

اُن لوگوں کے دلوں سے اس عظیم الشان منظر کی یاد اب تک محو نہیں ہوئی ہے جنھوں نے دو سال قبل ۲۰ جنوری ۱۹۶۱ء کو مسٹر کینیڈی کے عہدۂ صدارت سنبھالنے کے موقع پر فراسٹ کو جلسۂ عام میں اپنے اشعار پڑھتے سُنا تھا۔ ریڈیو پر ان کی تھرتھراتی ہوئی آواز دنیا کے بے شمار گھروں کی فضا کو مرتعش کرتی ہوئی سُنی گئی۔

فراسٹ اپنی عمر کے چالیس سال گذرنے کے بعد بہ حیثیت شاعر لوگوں سے متعارف ہوئے اور لوگوں کو ان کی شاعرانہ عظمت کا علم ہوا۔ ان کے ہر تازہ مجموعۂ کلام کی اشاعت سے ان کی شہرت میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ وہ بے شک و شبہ امریکہ کے ایک عظیم شاعر تسلیم کئے جانے لگے۔

فراسٹ کو اُن کی شاعری پر چار مرتبہ "پلٹزر پرائز" نامی انعام جو امریکہ کا اعلیٰ ترین اعزاز ہے دیا گیا۔ ان کی ۷۵ ویں سالگرہ کے موقع پر امریکی سنیٹ نے اپنی سیاسی سرگرمیوں سے کچھ وقت نکال کر اتفاق رائے فراسٹ کو خراج تحسین پیش کرنے کے معاملہ پر غور کیا کیونکہ "ان کی شاعری نے امریکی عوام کے لیے بے شمار ایسی منظوم کہانیاں اور غنائی اشعار فراہم کئے ہیں جنھیں ہر عمر اور پیشے کے لوگ بار بار پڑھتے ہیں اور ان سے لطف اُٹھاتے ہیں۔ ان کی نظمیں جو حکمت و دانائی اور ذوقِ ظرافت کا آئینہ ہیں امریکی عقل و فہم کو دعوتِ غور و فکر دیتی ہیں۔ یہ نظمیں اہل امریکہ اور تمام انسانوں کی بڑی اچھی عکاسی کرتی ہیں۔"

رابرٹ فراسٹ کی عالمی قدر شناسی اور مقبولیت کی کئی وجہیں ہیں۔ ان کو ہمیشہ امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے۔ وہ کسی معاملہ میں بھی اس کے کسی پہلو پر اپنی انتہا پسندی کا اظہار نہیں کرتے۔ ان کی شاعری ہر شخص کے لئے ——— خواہ وہ موجودہ دور سے تعلق رکھتا ہو یا آنے والی نسل سے ——— کچھ نہ کچھ اہمیت رکھتی ہے۔

ان کی وہ نظمیں جو مشاہداتِ فطرت سے تعلق رکھتی ہیں یا وہ نظمیں جن میں روزمرہ کی زندگی اور عام آدمیوں خصوصاً "نیو انگلینڈ" کے مزدوروں کی عکاسی کی گئی ہے انتہائی پُرمغز ہیں۔ وہ عام طور پر اپنی نظم کے لئے کسی ایک موضوع "شاً" کوئی جانور، ایک آدمی، کسی ذی روح شے یا کسی اور چیز کو جو

انھیں پسند آتی، منتخب کرتے اور پھر اسے شاعری طرز میں کچھ اس طرح پیش کرتے کہ وہ چیز معنویت کے لحاظ سے اصل موضوع سے کہیں زیادہ دقیق اور معنی خیز ہو جاتی۔

ایک مرتبہ فراسٹ کے ناقدین میں سے ایک نے ان کے متعلق یہ کہا تھا: "عام آدمیوں کے بارے میں موجودہ دور کے کسی دوسرے شاعر نے اتنی نظمیں پیش نہیں کی ہیں۔ وہ کسی شخص کے تنہا خود سے گفتگو، درس سے متعلق مناظر کو اس خوبی سے پیش کرتے ہیں کہ اس کی مثال چند ہی شاعروں کے ہاں ملے گی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عام لوگوں کے بارے میں ان کے مشاہدات گہرے ہیں۔ وہ اس تنہا کلامی کو پوری قدرت کے ساتھ کچھ اس طرح اپنے اشعار میں پیش کرتے ہیں کہ موزونی و روانی کے ہوتے ہوئے اس میں اصل خود کلامی کا سا لطف بیان پیدا ہو جاتا ہے۔"

اس عظیم شاعر کی زندگی غیر معمولی واقعات سے قطعاً خالی ہے۔ رابرٹ لی فراسٹ ۲۶ مارچ ۱۸۷۴ء کو سان فرانسسکو میں پیدا ہوئے تھے۔ جب وہ گیارہ سال کے تھے تو ان کے والد جو ایک اخبار کے مدیر تھے انتقال کر گئے اور ان کی ماں نے جو ایک معلمہ تھیں میساچوسٹس میں جہاں فراسٹ کے دادا رہتے تھے بود و باش اختیار کر لی۔ اپنے پہلے مجموعۂ کلام کے شائع ہونے سے پہلے تقریباً ۲۰ سال تک فراسٹ اپنی گذر بسر کے لئے کبھی کارخانے میں ایک ملازم کی حیثیت سے، کبھی اسکول کے ایک معلم اور کبھی مقامی اخبار کے ایک مدیر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اس عرصہ میں انھوں نے زیادہ تر ایک کاشتکار کی حیثیت سے زندگی گذاری۔ اس طرح انھیں عام لوگوں کی زندگی کا گہرا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا جس کی جھلکیاں بعد میں ان کے کلام میں ملتی ہیں۔

ان کا پہلا مجموعۂ کلام "اے بوائز ول" جو تمام تر غنائی نظموں پر مشتمل ہے ۱۹۱۳ء میں انگلستان میں شائع ہوا۔ اس کے ایک سال بعد ان کی دوسری تصنیف "نارتھ آف بوسٹن" انگلستان اور امریکہ میں شائع ہوئی جس سے فراسٹ کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔ موخرالذکر مجموعہ کلام میں پہلی تصنیف کے غنائی طرز سے کنارہ کشی اختیار کی گئی ہے۔ یہ دوسری تصنیف تقریباً تمام کی تمام آزاد نظموں پر مشتمل ہے اور اس میں رومانی اقدار کی فراوانی ہے۔ ناقدین نے فراسٹ کی دلگداز ڈرامائی شاعری کا ایک یونانی شاعر تھیوکریٹس کی دیہی شاعری، مشہور رومن شاعر ورجل کی مناظر کشی، انگریز شاعر ورڈز ورتھ کی شبانی نظموں اور آٹھویں صدی قبل مسیح کے ایک یونانی شاعر ہیسیڈ اور ایک رومن شاعر کیٹلس کی نظموں سے موازنہ کیا ہے۔

۱۹۱۶ء میں فراسٹ کا تیسرا مجموعۂ کلام "ماؤنٹین انٹرول" شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں بھی فراسٹ نے پھر کئی نظموں میں غنائی اور منطقی طرز اختیار کیا ہے۔ اس ضمن میں مثال کے طور پر ساننٹ نظمیں اور چند غنائی گیت پیش کئے جا سکتے ہیں۔ اس مجموعہ میں اور اس کے بعد کی تمام تصانیف میں مکالماتی اور عام بول چال کا انداز اور ان کی شاعری کا ڈرامائی طرز ادا ہر جگہ نمایاں ہے۔

فراسٹ رفتہ رفتہ تجریدی مسائل پر غور و فکر کرنے لگے۔ چنانچہ یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کہ انھوں نے اپنی کتاب "ماسک آف ریزن" میں خدا سے سوال کیا ہے کہ کیوں اس نے حضرت ایوب اور باقی نسل انسانی سے یہ حیران کن سلوک کیا۔ ان کی نئی نظموں کی آخری کتاب "اسٹیپل بش" زیادہ تر پُر فکر یا تخیلی تبصروں پر مشتمل ہے۔ بہت سی نظمیں روزمرہ کے مسائل پر لکھی گئی ہیں جن میں تشبیہات و استعارے موجود ہیں، نظم معرا میں مختصر قصے اور دوسری چھوٹی اور بڑی نظمیں ہیں۔

فراسٹ نے بھی بلاشبہ ایک حساس طبیعت پائی تھی جس کی وجہ سے انھیں وہ ناگواریاں برداشت کرنا پڑیں جو ایک حساس طبع انسان کو عموماً

جیت آتی ہے لیکن وہ شکست تسلیم کرنے سے انکار کرتے اور حال و مستقبل پر ایقان رکھتے تھے۔ وہ لازمی طور پر حقائق پرست تھے لیکن دنیا کے متضاد حقائق کو بھی تسلیم کرتے تھے۔ وہ دنیا کی ہر چیز میں محبت، حب، توقع، تفریح، ضد، اور صبر و تحمل دیکھتے تھے۔

ان کی تمام کتابوں کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں یک ہمہ گیر خلوص پایا جاتا ہے۔ ان کے ادراک اور شعور میں ان کی فکر و نظر میں ان کے محسوسات اور اظہار میں ہر جگہ خلوص نظر آتا ہے۔ انھوں نے اپنی نظموں میں زندگی کے جن پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے وہ انسانی تجربات پر مبنی ہیں اور ان میں سے فرضی یا تخیلی کوئی بھی نہیں۔ وہ زندگی اور فطرت کے متعلق حقیقت پسندانہ نظریات رکھتے تھے۔ وہ کسی غیر حقیقی چیز کو حقیقت کا لبادہ پہنانے کی کوشش نہیں کرتے تھے۔ شاعری کے موضوع کے بارے میں فراسٹ نے لکھا ہے: "نظم کا آغاز کسی تلخ اور مبہم سے احساس سے ہوتا ہے خواہ یادِ وطن ہو یا عشق و محبت، بعد میں پردے اٹھتے جاتے ہیں اور آخر کار اظہار خیال کی منزل آجاتی ہے۔ ایک مکمل نظم وہ ہوتی ہے جس میں کسی جذبے کو خیال کی شکل دی جائے اور پھر یہ خیال الفاظ کے روپ میں ظاہر ہو جائے۔"

فراسٹ نے اپنی زندگی کے آخری تیس سال ایک کاشتکار اور مختلف یونیورسٹیوں میں ایک معلم کی حیثیت سے بسر کئے۔ اپنی سادگی اور مسلسل تلاش حقیقت کی بنا پر وہ طلبہ میں بے انتہا مقبول رہے۔

رابرٹ فراسٹ سرما میں کیمبرج، میساچوسٹس جہاں وہ ہارورڈ یونیورسٹی میں لیکچر دیتے اور فلوریڈا میں اپنے چھوٹے سے مکان میں گذارتے۔ وہ موسم گرما ورمانٹ میں اپنے فرم میں گذارتے تھے۔ ۴۳ سال کی پُرمسرت ازدواجی زندگی کے بعد ۱۹۳۸ء میں ان کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بچوں میں سے صرف دو زندہ ہیں۔ وہ اکثر رات گئے تک کام کرتے اور صبح دیر تک سوتے۔ وہ کبھی اپنے آپ کو لکھنے پر مجبور نہیں کرتے تھے۔ وہ نظمیں لکھنے کے لئے موزوں وقت کا انتظار کرتے۔ ان کی بہترین نظمیں اس وقت لکھی گئیں جب وہ مزرعوں کے پرسکون ماحول میں ہوتے تھے۔ وہ اکثر دور دور تک چہل قدمی کرتے اور کہیں کہیں ٹھہر کر اپنے ہمسایوں سے بات چیت کرتے۔

ایک دوسرے شاعر لوئس انتر میر کے الفاظ میں رابرٹ فراسٹ کا چہرہ گویا کسی عمارتی پتھر کا بنا ہوا تھا۔ ان کی آنکھیں زردی مائل نیلی لیکن عجیب قسم کی تھیں، ان کی ہنسی تمسخر آمیز ہوتی تھی۔ ان کا چہرہ ایک عالم کا بلکہ چہرہ تھا جو ایک شاعر کے ناقابل تسخیر چہرے کو چھپائے ہوئے تھا۔ کچھ دوسرے لوگوں نے ان کا حلیہ یہ بیان کیا ہے، وہ گداز جسم کے تھے، چہرہ سرخی مائل تھا ان کے بال سفید اور بھورے رنگ کے تھے۔

فراسٹ کے چہرے کی طرح ان کی شاعری میں نیو انگلینڈ کی سرزمین، موسم، عادت و اطوار اور زبان کے خدوخال پائے جاتے ہیں۔ وہ نیو انگلینڈ کے شاعر تھے۔ لیکن ان کا کلام کہیں بھی اور کسی ملک میں بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ فراسٹ کا ملک انسانی فہم و ادراک، انسانی تجربات، انسانی افکار کا ملک ہے۔

ننھی پروین

بچوں کیلئے کچھ لکھنا آسان نہیں لکھنے والے کو اپنے ذہن کو بچوں کی ذہنی سطح پر لا کر لکھنا پڑتا ہے۔ اگر مصنف کے ذہن میں یہ نکتہ نہ ہو تو وہ بچوں کے لئے اچھی کہانیاں نہیں لکھ سکتا۔ ہر مزی بیگم قدوائی (ایم۔ اے) نے یہ کہانیاں بچوں کیلئے بچوں کی زبان میں بڑے دلچسپ انداز میں لکھی گئی ہے۔ قیمت: ایک روپیہ

ادارۂ نگارش و مطبوعات بی ۸۵، پلاٹ "پی" نارتھ ناظم آباد کراچی ۱۸

گلڈ اشاعت گھر کی مطبوعات

چائے والا

چائے والا ۔ (ناول) اے حمید۔ قیمت ۴ روپے
اے حمید کی نثر میں پھولوں کی شگفتگی اور چاندنی راتوں کی دلکشی ہے وہ زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات سے اپنے ناولوں کا تانا بانا بنتا ہے مصوروں کی طرح ان میں رنگ بھرتا اور سنگتراشی کی طرح اپنے کرداروں کی نوک پلک کو درست کرتا ہے۔ چائے والا اس کی تازہ ترین تصنیف ہے۔ اردو کا ایک خوبصورت ناول

تھکے ہارے

تھکے ہارے :۔ خدیجہ مستور۔ اردو افسانے کا کوئی تذکرہ خدیجہ مستور کے بغیر نامکمل ہے وہ ان افسانہ نگاروں میں ہیں جنھوں نے اردو افسانے کو آگے بڑھایا اور شہرت دوام بخشی "تھکے ہارے" ان کے نئے افسانوں کا مجموعہ۔ ان افسانوں میں روح عصر بھی ہے اور چابکدستی بھی۔ قیمت ۵ روپے ۵۰ پیسے

پاکستان کی شاعری (انگریزی)

مترجمہ۔ جی الانا ۔ پاکستانی شاعری کا ایک نمائندہ انتخاب جس کو انگریزی زبان میں پہلی بار کتابی صورت میں پیش کیا گیا ہے مسٹر جی الانا جو خود بھی انگریزی کے خوش گوار شاعر ہیں، انھوں نے اس انتخاب کو مرتب کیا ہے۔ صفحات ۲۰۶۔ قیمت دس روپے

ہفت کشور

جعفر طاہر۔ صفحات ۲۳۵۔ قیمت ۷ روپے
جعفر طاہر کا پہلا مجموعہ، جس پر ۱۹۶۲ء کا آدم جی انعام ملا۔ جعفر طاہر جدید شاعری کی آبرو ہے، اور ہفت کشور سنگ میل ہے۔

جاگتے جزیرے

احسن احمد اشک :۔ قیمت ۲ روپے ۵۰۔ اشک کی شاعری ارض پاکستان کے اس خطے کی شاعری ہے، جو گنگناتی ندیوں اور لہلہاتے کھیتوں کی سرزمین ہے، ان انسانوں کا نغمہ ہے جن کی زندگی میں دکھ بھی ہے اور سکھ بھی بنگلہ دیس کے اردو شاعر اشک کے پچیس سالہ مشق سخن کا حاصل ہے۔

پونر پری آکاس

شیخ ایاز سندھی کلام کا مجموعہ وادیٔ مہران کے خوش گوار شاعر شیخ ایاز کا سندھی ادب میں ایک ممتاز درجہ ہے اور ان کا یہ مجموعہ کلام سندھی شاعری میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہے۔ قیمت ۸ روپے ۲۵ پیسے

پنجابی لوک کہانیاں

مرتب و مترجم شفیع عقیل۔ شفیع عقیل، اردو کے ممتاز ادیب و صحافی ہیں انھوں نے پنجابی لوک کہانیوں کا یہ مجموعہ بڑی محنت و جد و جہد کے مرتب کیا ہے اور اردو ادب میں ان کہانیوں سے ایک نئے باب کا اضافہ ہوتا ہے یہ نیا باب اردو کے ذخیرے میں ایک بیش بہا اضافہ ہے، (زیر طبع)

ہاڑے

سائیں فیروز کے پنجابی کلام کا مجموعہ
سائیں فیروز پانچ دریاؤں کے دیس پنجاب کا شاعر ہے اس کی شاعری میں فن کی عظمت اور زندگی کی ہلچل اور گہما گہمی ہے۔ قیمت :۔ ۳ روپے ۵۰ پیسے

گلڈ اشاعت گھر۔ اسٹریچن روڈ، کراچی ۱

گرد و پیش

تصویر کا ایک رُخ

صوبائی اسمبلی میں نکتہ چینی

صوبائی اسمبلی میں وقفۂ سوالات کے دوران بیشتر اراکین نے اس امر پر کڑی نکتہ چینی کی کہ وہ مختلف سرکاری محکموں کی بدنظمیوں کو بے نقاب کرنے سے متعلق جو سوالات بھیجتے ہیں اُن کا جواب نہیں دیا جاتا۔ دوسرے اردو کو اب بھی ذریعۂ اظہار نہیں بنایا گیا ہے۔ وقفۂ سوالات کے دوران متعلقہ پارلیمنٹری سکریٹری اور وزیر بلدیات مسٹر عبدالقادر سنجرانی نے اکثر سوالات کا جواب انگریزی میں دیا۔ تو بیشتر اراکین نے مطالبہ کیا کہ جوابات اردو میں پڑھ کر سنائے جائیں۔ پارلیمنٹری سکریٹری نے اس کے جواب میں کہا اردو میں جواب دینا خاصا مشکل ہے۔ کیونکہ متعلقہ محکمے کے افسروں کی جانب سے انگریزی میں جواب ملتے ہیں اور فوری طور پر ان کا ترجمہ کرنا مشکل ہے۔ تاہم جو ممبر پہلے سے بتادیں کہ انہیں اردو میں جواب چاہیئے اُن کے لئے کوئی انتظام کیا جا سکتا ہے۔ ایک اور رکن نے اس موقع پر کہا یہ ایوان اس سے قبل یہ فیصلہ کرچکا ہے کہ تمام کاروائی اردو میں ہو گی اس کے بعد اب دوبارہ وضاحت کرنا ضروری نہیں۔ اسپیکر نے کہا فیصلہ یہ ہوا تھا کہ اسمبلی کے اراکین سے خط و کتابت اردو میں ہوگی۔ لیکن میں ذاتی طور پر اس بات سے متفق ہوں کہ ایوان کی کاروائی اردو میں ہو۔ مسٹر حمید اللہ نے کہا اسمبلی کے نوّے فیصد سے زائد اراکین اردو کے حامی ہیں۔ اس صورت میں اسمبلی کی انتظامیہ پر لازم ہے کہ وہ کاروائی اردو میں کرے۔ وزیر ریلوے عبدالوحید خاں نے کہا ہم تو خود اردو میں تمام کاروائی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اب جو بحث ہو رہی ہے۔ اس میں ہر شخص اردو کی حمایت کر رہا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ اب تک اسمبلی میں پیش ہونے والی مختلف تحریکوں کا ذریعہ اظہار انگریزی کو بنایا گیا حالانکہ اراکین کو اردو کی عملی حمایت کرنی چاہیئے۔

یہ کاروائی صرف ایک ہی اجلاس میں نہیں ہوئی بلکہ دوسرے اجلاس میں مغربی پاکستان اسمبلی کے اراکین کے مطالبہ کے باوجود سوالات کے جواب انگریزی ہی میں دیئے جاتے رہے۔

واضح رہے کہ یہ افسوسناک صورت حال اس اسمبلی کی ہے جس کی اکثریت نے ابھی تھوڑے دن ہوئے یہ فیصلہ کیا تھا کہ

وہ اردو کو اپنا لیں گی۔ سب سے زیادہ افسوسناک طرزِ عمل کا اظہار سرکاری حلقوں کی جانب سے کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان حضرات کے دماغوں سے انگریزی کی خواہ مخواہ دوری کی جائے اور ان کو بار بار تنبیہ کی جائے ورنہ اردو کبھی وہ مقام حاصل نہیں کر سکے گی جو اکثریت کی خواہشات پر مبنی ہے۔

عدالتوں میں اردو کی بیخ کنی

کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب اشتیاق حسین قریشی نے اس امر پر احتجاج کیا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد عدالتوں میں اردو بتدریج ختم ہو رہی ہے۔ انہوں نے توقع ظاہر کی ہے کہ اردو مجلس قانون اپنی تحریک مضبوط کرے گی۔ اور اس مقصد کے لئے مناسب لائحہ عمل اختیار کرے گی کہ مغربی پاکستان کی عدالتوں میں انگریزی کی جگہ اردو کو دی جائے گی۔

آپ نے اس بات پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد اردو کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ معمولی الفاظ مثلاً تھانہ قانون وغیرہ کی جگہ بھی انگریزی الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ اور عدالتوں میں یہ بے توجہی بہت نمایاں نظر آتی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اگر ہم قانون اردو میں پڑھاتے ہیں اور عدالتیں انگریزی کو استعمال کرتی رہیں تو ظاہر ہے کہ ہمارا فیصلہ کیسے کامیاب ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر قریشی کا یہ اہم بیان جس مسئلہ کی طرف توجہ دلا رہا ہے وہ نہایت اہم مسئلہ ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام ہمارے ادارے قومی زبان کے مستقبل کے لئے آہستہ آہستہ راہ ہموار کریں اور اردو کو اپنانے کی عادت ڈالیں۔

تصویر کا دوسرا رخ

چار ممتاز سائنسدانوں کی طرف سے قومی زبانوں کی پرزور تائید

مغربی پاکستان اردو اکیڈمی کے زیر اہتمام منعقدہ کل پاکستان "سائنس اور قومی زبان کانفرنس" میں ملک کے چار ممتاز سائنسدانوں نے اردو اور بنگالی کو یونیورسٹی کی سطح پر تمام سائنسی مضامین کی تدریس کا ذریعہ بنانے کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا۔ اور یہ واضح کیا کہ جب تک قومی زبانوں کو ذریعہ تعلیم نہیں بنایا جاتا پاکستان علوم و فنون کی ترویج اور ترقی میں کوئی قابلِ ذکر حصہ نہیں لے سکیگا۔

کانفرنس میں نامور کیمیا دان ڈاکٹر اور دوسرے سائنسی علوم ریاضیات۔ طبیعیات۔ کیمیا وغیرہ کے ماہرین حصہ لے رہے تھے۔ ڈاکٹر معتبر حسین نے سہ روزہ کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے اپنی بنگالی تقریر میں کہا کہ تہذیب و تمدن کی بقا اور نشوونما کے لئے قومی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانا ضروری ہے۔ انہوں نے خبردار کیا جب تک ہم قومی زبانوں کو نظام تعلیم میں ان کا صحیح مقام نہیں دیں گے ہم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑے نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اس خدشہ کو بے بنیاد قرار دیا کہ اردو اور بنگالی کو ذریعہ تعلیم بنانے کی صورت میں بین الاقوامی مصطلحات کو ترک کرنا پڑیگا۔

ڈاکٹر معتبر حسین نے کہا کہ میں ڈھاکہ یونیورسٹی میں بی۔ ایس سی کے طلبہ کو بنگالی میں ریاضیات اور طبیعیات کا درس دیتا

ہوں اور اس میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی۔

سند یافتہ مستری اور کاریگر

اسی کانفرنس کے صدارتی خطبہ میں ڈاکٹر نذیر احمد نے ڈھاکہ یونیورسٹی اور کراچی یونیورسٹی میں ڈگری کی سطح پر تمام مضامین کے لیے قومی زبان ذریعہ تعلیم قرار دینے پر طمینان کا اظہار کیا اور یہ امید ظاہر کی کہ دوسری یونیورسٹیاں بھی ان کے نقش قدم پر چلیں گی۔

اردو میں خطبہ صدارت پڑھتے ہوئے ڈاکٹر نذیر احمد نے کہا کہ صرف ڈگری جماعتوں میں یہ اجازت دینا کافی نہیں ہوگا بلکہ اس کے بعد ہمیں اپنے زرعتی کالجوں، میڈیکل کالجوں اور انجینئرنگ کالجوں میں بھی اس سلسلے کو بتدریج بڑھانا ہوگا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں سند یافتہ ڈاکٹروں، انجینئروں اور دوسرے فنی ماہروں کی جو شدید کمی ہے اس کی بڑی وجہ ایک اجنبی زبان کا ذریعہ تعلیم ہونا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے مزید فرمایا۔ اگر ذریعہ تعلیم قومی زبان ہو تو وہ ہزاروں مستری اور کاریگر جو اپنے کاموں میں مہارت تامہ رکھتے ہیں کوئی امتحان پاس کرکے مستند ماہرین کے زمرے میں شریک ہو سکیں گے۔

انہوں نے یہ بھی کہا کہ اردو اور بنگالی کی ترکیب میں عربی، فارسی، اور سنسکرت جیسی عظیم اور قدیم زبانوں نے حصہ لیا ہے اس لیے وسعت الفاظ اور قوت بیان کے اعتبار سے یہ زبانیں دنیا کی بہترین زبانوں میں شمار کی جاسکتی ہیں۔

ہمنوائی اور تعاون کا اعلان

ڈاکٹر افضال حسین قادری ڈین آف فیکلٹی آف سائنس کراچی یونیورسٹی نے مذکورہ کانفرنس میں بتایا ہے کہ دو سال بعد کراچی یونیورسٹی میں ہر درجے پر اردو کو ذریعہ تعلیم بنا دیا جائیگا۔ انہوں نے کہا، اردو زبان کے لئے سائنس نئی نہیں ہے۔ آج سے کئی برس پہلے علی گڑھ میں سر سید اور ان کے رفقا سائنسی موضوعات پر اردو میں مقالات پڑھا کرتے تھے اور علمی نکات پر مباحثے کرتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا جب تک قومی زبانوں کو سائنس کی تعلیم کا ذریعہ نہیں بنایا جاتا ملک میں حقیقی معنوں میں عالم اور موجد پیدا نہیں ہو سکیں گے۔

ڈاکٹر افضال قادری نے قومی زبان کانفرنس کو پاکستان سائنس کانفرنس کی جانب سے ہر موقع اور ہر سطح پر ہمنوائی اور تعاون کا یقین دلایا۔

خطبۂ استقبالیہ

ڈاکٹر انور حسین ڈائرکٹر اٹامک انرجی سنٹر لاہور نے خطبۂ استقبالیہ میں سائنس اور قومی زبان کانفرنس کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے اس یقین کا اظہار کیا کہ ہماری دونوں قومی زبانیں اتنی وسیع اور ہمہ گیر ہیں کہ ان میں ہر قسم کے سائنسی اور ٹیکنیکل مضامین کو بیان کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہمارے یہاں ایسے تجربہ کار اور لائق اساتذہ موجود ہیں جو قومی زبان میں سائنس کی بہترین کتابیں لکھ سکتے ہیں اور انہوں نے یہ سلسلہ شروع بھی کر دیا ہے۔

ڈاکٹر انور حسین نے مزید کہا کہ پاکستان کے تقریباً ۶۵ فی صد طلبہ کو یہ سہولت مل چکی ہے کہ وہ ڈگری کے امتحان میں پرچوں

کے جواب قومی زبان میں لکھیں ۔ انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ باقی ۲۵ فی صد طلبہ کو اس حق سے محروم نہ رکھا جائے ۔

سائنس کانفرنس کی قراردادیں

قومی زبان سائنس کانفرنس نے پنجاب یونیورسٹی پر زور دیا ہے کہ تمام امتحانات کے امیدواروں کو اردو میں پرچہ حل کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ وہ اپنے مافی الضمیر کو بہتر طور پر ادا کر کے خاطر خواہ نمبر حاصل کر سکیں ۔

یہ قرارداد ڈاکٹر رحیم اللہ صاحب نے پیش کی تھی ۔ جس کی تائید کرتے ہوئے حمید خواجہ نے کہا کہ میں اپنے دس سالہ تدریسی کے تجربہ کی بنیاد پر یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ انگریزی میں طلبہ کی کوشش یہی ہوتی ہے کہ وہ ان جملوں کو رٹ لیں جو ان کے استاد نے دس سال پہلے اپنے استاد سے سنے تھے ۔ انہوں نے کہا پچھلے سال میں نے اردو میں تعلیم دینے کا تجربہ کیا اور یہ دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی کہ وہ لوگ بھی جن کی قومی زبان اردو نہیں تھی اردو میں جواب لکھنے کی وجہ سے ان طلبہ سے زیادہ نمبر لے گئے جنہوں نے انگریزی میں پرچے حل کئے تھے ۔ انہوں نے کہا جب تک قومی زبان میں تعلیم نہ دی جائے گی ۔ طالب علموں میں سوچنے کی صلاحیت پیدا نہیں ہو سکتی اور نہ وہ علم کے میدان میں وہ آگے قدم بڑھا سکتے ہیں ۔ عظمت علی خاں نے ایک قرارداد میں کہا بعض احباب کہتے ہیں کہ اردو میں سائنسی کتب نہیں ہیں اس لئے کتب کے مہیا ہونے تک کس طرح قومی زبان میں تعلیم دی جا سکتی ہے ۔ انہوں نے کہا ہمارے سائنس کے اساتذہ قومی زبان اور انگریزی سے بخوبی واقف ہیں ۔ وہ دوسری زبانوں کی کتب سے استفادہ کر کے بھی عبوری دور میں قومی زبان میں پڑھا سکتے ہیں ۔ انہوں نے کہا یہ اب کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جسے آڑ بنا کر قومی زبان میں تدریس کی مخالفت کی جائے ۔

اس قرارداد کی تائید کرتے ہوئے ڈاکٹر افضال قادری نے کہا کہ ہمارے یہاں نہ کتب کی کمی ہے اور نہ اصطلاحات کی ۔ کمی صرف اس بات کی ہے کہ اساتذہ کو تربیت دی جائے ۔ انہوں نے کہا زبان بالکل تیار ہے اور تدریس کی صلاحیت رکھتی ہے عبوری دور میں بین الاقوامی اصطلاحات سے بھی کام چلایا جا سکتا ہے ۔

پروفیسر محمد اسحاق نے اس کانفرنس کو مستقل صورت دینے کی قرارداد پیش کی ۔ ڈاکٹر سید عبداللہ جنرل سکریٹری نے قرارداد کی حمایت کرتے ہوئے کہا کانفرنس کو مستقل صورت دینے سے صرف اسی وقت فائدہ ہو سکتا ہے جب آپ حضرات اس کانفرنس کو باقاعدگی سے چلانے کی ذمہ داری لیں ۔

اردو زبان کو ترقی دینے کے لئے اجتماعی اور انفرادی کوشش کیجئے

ڈیرہ اسمٰعیل خاں کے کمشنر شبیر زماں خاں نے مجلس ترقی اردو کے دار المطالعہ کا افتتاح کرتے ہوئے کہا اردو ہماری قومی زبان ہے اور حکومت اسے ترقی دینے کی زبردست خواہاں ہے تاکہ اسے سرکاری زبان بنایا جا سکے ۔ آپ نے ادیبوں اور شاعروں کو مشورہ دیا کہ وہ قومی خدمت کے لئے بے لوث کام کریں ۔ آپ نے کہا اردو کو ترقی دینے کے لئے ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر کوشش کرنی چاہیئے ۔

اس موقع پر کمشنر نے انجمن کی سرپرستی کا اعلان بھی کیا ۔

مرکزی ترقی اردو بورڈ

مرکزی حکومت نے قومی زبان کی ترقی کے لئے ایک مرکزی ترقی اردو بورڈ بنایا ہے۔ جس کے صدر جسٹس ایس۔ اے۔ رحمان اور ڈائرکٹر کرنل مجید ملک ہیں۔ بورڈ کے سپرد بہت سے اہم علمی کام کئے گئے ہیں۔

مرکزی ترقی اردو بورڈ نے اپنے حالیہ اجلاس میں چند مفید منصوبوں پر عمل کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ بورڈ آرٹ۔ آرکیالوجی ادب اور سماجی علوم پر کتابیں شائع کریگا۔ اس کے علاوہ مغربی پاکستان کا لسانی جائزہ اور اردو میں علاقائی زبانوں کی کلاسیکی کتابوں کا ترجمہ بھی پیش کریگا بورڈ سائنسی کتابوں۔ سائنسی اصطلاحات انگریزی اور یورپی زبانوں کے ترجمے کرانے کے لئے دو کمیٹیاں مقرر کریگا۔ اس کے علاوہ ایک اہم اور دوسرا تجربہ پہلی بار کیا جارہا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ کی فہرست تیار کی جائے گی جو اردو میں بنیادی ذخیرہ الفاظ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ الفاظ ان لوگوں کے لئے بہت مفید ہونگے جنکی مادری زبان اردو نہیں ہے۔

علمی۔ ادبی اور تہذیبی خبریں

"تذکرہ" کی دوسری جلد

علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی کی شہرہ آفاق کتاب "تذکرہ" کی دوسری جلد اس سال کے آخر تک شائع ہو جائے گی۔ "تذکرہ" کی پہلی جلد کی اشاعت ۱۹۲۴ء میں ہوئی تھی۔ اور اسے عالمی شہرت حاصل ہوئی تھی۔

علامہ کی دوسری تصانیف میں قول فیصل۔ علم غیب۔ ارمغان حکیم۔ اور البابب بہت مشہور ہیں۔ تذکرہ ایک عہد آفریں کتاب تھی جس پر دنیا بھر کے عالموں، فلسفیوں، ادیبوں اور سائنسدانوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ یہ واضح رہے کہ اس کتاب کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرنے سے علامہ نے انکار کر دیا تھا۔ اس لئے یہ واحد اردو کتاب ہے جس کو اتنی زبردست شہرت نصیب ہوئی۔

ادبی اعزاز

یوم پاکستان کے موقع پر نمایاں کارکردگی پر اعزاز دینے کی جو تقریب راولپنڈی میں منعقد ہوئی تھی اس میں صدر ایوب نے مشہور شاعر صوفی غلام مصطفےٰ تبسم کو ادبی خدمات انجام دینے پر "تمغہ صدر" دیا ہے۔

ٹیبل ٹینس پر اردو میں تصنیف

"لالہ رخ"، لاہور کے سابق مدیر جناب مظہر یوسف زئی نے ٹیبل ٹینس پر اردو میں ایک کتاب لکھنے کا اعلان کیا ہے۔

مظہر یوسف زئی صاحب ٹیبل ٹینس ایسوسی ایشن راولپنڈی کے جوائنٹ سکریٹری ہیں۔

روس میں پنجابی

روسی ماہرین لسانیات نے یہ انکشاف کیا ہے کہ تاجکستان میں ایک زبان ایسی مستعمل ہے جو پنجابی

سے بہت ملتی جلتی ہے ۔ یہ زبان "پارسی" کہلاتی ہے اور زیادہ تر کاشت کاروں میں بولی جاتی ہے ۔

یہ انکشاف روسی اشاعتی ادارے میں مشرقی مطبوعات کے ڈائرکٹر پروفیسر اونگ ڈرائیر نے کیا ہے ۔

علوم مشرقی کا نیا نصاب

علوم مشرقی کے جو امتحانات کراچی بورڈ کے تحت منعقد ہو رہے ہیں ۔ اُن کا نیا نصاب زیر غور ہے ۔ یہ نصاب ایک انقلاب آفریں نصاب ہوگا ۔ اس کی تدوین میں ماہرین تعلیم مصروف ہیں ۔ واضح رہے کہ اس سال سے یہ امتحانات کراچی بورڈ کے تحت شروع کئے گئے ہیں ۔ جن میں طریقہ کار پنجاب بورڈ کے نصاب کا اختیار کیا گیا ہے ۔

یادوں کے چراغ

کراچی میں سر شاہ سلیمان کی برسی

کراچی میں سر شاہ سلیمان کی بائیسویں برسی منائی گئی ۔ اس موقع پر فریر ہال میں ایک جلسہ ہوا جس میں سر شاہ سلیمان کے صاحبزادے مسٹر احمد سلیمان نے اپنے والد کے جمع کردہ صدیوں پرانے قرآن شریف کے قلمی نسخے ، تاریخی دستاویزات اور ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی " اضافیت کا جدید نظریہ " کا مسودہ قومی عجائب گھر کو پیش کیا ۔

مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے جج جناب جسٹس ندیم اللہ نے اس تقریب کی صدارت کرتے ہوئے سر شاہ محمد سلیمان کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا ۔ انہوں نے کہا سر شاہ محمد سلیمان ایک عظیم منصف ۔ انتہائی شریف اور پکے مسلمان تھے ۔ وہ الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس اور فیڈرل کورٹ آف انڈیا کے جج کے عہدوں پر فائز رہے تھے اور اس حیثیت میں انہوں نے جس کردار کا مظاہرہ کیا تھا وہ وکلا اور ججوں کے لئے مشعل راہ ہے ۔

راجہ صاحب محمود آباد نے خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا " سر شاہ سلیمان اس برصغیر کے اُن درخشاں ستاروں میں تھے جو ملک کی آزادی پر یقین رکھتے تھے اور انصاف کے علمبردار تھے ان کی زندگی ہر دور کے عوام کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی ۔

قومی عجائب گھر کے ڈائرکٹر مسٹر ایس ۔ اے ۔ نقوی نے کہا کہ پاکستان کے عجائب گھر کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے ۔ جب کسی شخص نے اتنی قیمتی دستاویزات اور کتابیں عجائب گھر کو " تحفتہً " دی ہیں ۔

جسٹس کیانی مرحوم کو خراجِ عقیدت

پاکستان کے ادیبوں کے ادارہ امداد باہمی کے زیر اہتمام لاہور میں ایک تقریب منعقد ہوئی جس میں جسٹس ۔ یم ۔ آر ۔ کیانی مرحوم کو خراج عقیدت پیش کیا گیا ۔

سپریم کورٹ کے جسٹس ۔ ایس ۔ اے ۔ رحمٰن نے اپنی صدارتی تقریر میں کہا کہ مسٹر کیانی زبردست اہمیت اور حوصلے کے مالک تھے اور نجی زندگی میں کفایت شعاری پر عمل کرتے تھے ۔ وہ روزانہ پانچ وقت نماز پڑھا کرتے تھے ۔ اور ماہ رمضان میں پورے روزے رکھتے تھے

ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنی تقریر میں کہا کہ لیاقت مرحوم کا خیال تھا کہ پاکستان سیاسی اعتبار سے دیوالیہ ہو چکا ہے کیونکہ پاکستان میں عوام کے خیالات کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

یوم باسط بھوپالی

بزم نازش، ادب اور تنظیم الادب مشترکہ طور پر یوم باسط بھوپالی منا رہی ہے۔ اس موقع پر دو اجلاس منعقد ہونگے جن میں ایک مقالات کی نشست ہوگی اور دوسری مشاعرہ کی۔

مشاعرہ طرحی ہوگا جس کا مصرعہ طرح یہ ہے۔

کیسے کہوں چمن میں مرا آشیاں ہے آج

ماتم میں شریک

شفیق جونپوری کی رحلت

اردو کے نامور اور اسلامی طرز فکر کے شاعر جناب شفیق جونپوری طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ آپ گزشتہ پانچ برس سے دق کے مرض میں مبتلا تھے۔ مرحوم نو عمری سے ہی شعر کہنے لگے تھے اور غزل و نظم پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ پڑھنے کا انداز بھی نہایت دلکش تھا۔ شاعرانہ کمالات کے پہلو بہ پہلو آپ مذہب سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ حج بیت اللہ کی زیارت کے بعد آپ نے سفرنامہ حجاز لکھا تھا جس کی نثر ذوق و شوق اور عقیدت کی خوبصورت مثال کہی جا سکتی ہے۔

شفیق جونپوری مرحوم کی رحلت پر جونپور میں مکمل ہڑتال رہی اور کئی جلسے منعقد ہوئے۔

صابر دہلوی بھی رخصت ہو گئے

مشہور غزل گو شاعر جناب صابر دہلوی صاحب کا ملتان میں انتقال ہو گیا۔ انتقال کے وقت مرحوم کی عمر ۶۰ سال تھی۔ وہ کئی ماہ سے ذیابیطس کے مریض تھے صابر دہلوی کا شمار اس عہد کے بہت اچھے غزل گوؤں میں ہوتا تھا۔ ان کا ایک منفرد رنگ تھا۔ چھوٹی بحر کی غزلوں میں وہ جادو جگا دیتے تھے۔

صابر دہلوی کی رحلت کے بعد غزل کا میدان ایک مزاج داں اور فطری شاعر سے خالی ہو گیا۔

ڈاکٹر سید محمد عبداللہ کا انتباہ

اورینٹل کالج لاہور کے پرنسپل ڈاکٹر سید محمد عبداللہ نے کہا ہے کہ بعض حلقوں کی جانب سے پنجابی زبان کو فروغ دینے اور آگے بڑھانے کا جو مطالبہ کیا جا رہا ہے وہ محض ایک سیاسی نعرہ ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مغربی پاکستان میں اردو کو تعلیمی و سرکاری زبان کی حیثیت اختیار کرنے میں تاخیر ہوگی۔

ڈاکٹر عبداللہ انجمن ترویج اردو کی ایک شاخ کی افتتاحی تقریب میں تقریر کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ اگر اردو کے مقابلے میں پنجابی کی حمایت جاری رکھی گئی تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ انگریزی زبان کا اقتدار جاری رہیگا۔ ڈاکٹر صاحب نے مزید کہا اگر اردو کو مغربی پاکستان میں سرکاری زبان کا درجہ دے دیا گیا تو اس کے باعث علاقائی اور طبقہ واری ذہنیت کا خاتمہ ہو جائیگا جسے بدقسمتی سے بعض غیر محب وطن عناصر ہوا دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر عبداللہ نے خیال ظاہر کیا کہ اردو کو اختیار کر لینے کے بعد قومی یکجہتی میں بڑی مدد مل سکے گی۔

راجہ محمود آباد کا مشورہ

راجہ محمود آباد نے ماہرین تعلیم پر زور دیا ہے کہ وہ اپنا نقطۂ نظر بدلیں۔ اور اچھے منتظموں کے بجائے اچھے شہری پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

راجہ صاحب ایچی سن کالج لاہور میں تقسیم انعامات کے موقع پر صدارتی تقریر کر رہے تھے۔ راجہ صاحب نے اردو میں تقریر کی اور یہ ایچی سن کالج کی تاریخ میں پہلا موقع تھا جب وہاں کسی نے صدارتی تقریر اردو میں کی تھی۔ راجہ صاحب نے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ جب مجھے اس کالج کی طرف سے تقریب کی صدارت کرنے کی دعوت ملی تو مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ کیونکہ اب تک ان لوگوں کو یہ اعزاز حاصل رہا ہے جن کے بچوں کے لئے یہ کالج بنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے اس طبقے سے مدت ہوئی بغاوت کی تھی۔ کیونکہ میرے خیال میں اب اس طبقے کے وجود کے لئے یہ زمانہ مناسب نہیں ہے۔

انہوں نے طلبا کو صوبائی، قومی، لسانی اور مذہبی تعصبات سے خبردار کیا اور کہا علم اور دانشوری کے حصول میں یہ تعصبات بڑی رکاوٹ ہیں۔

کلام غالب (نسخۂ قدوائی)

مرتبہ

جلیل قدوائی

شعروں میں بہت سی ایسی باتیں بھی ادا ہو جاتی ہیں جو انسان کی مشترکہ عالمگیر اور دوامی قدروں کی حامل ہوتی ہیں۔ ایک ذہین انسان جب ان امکانات کو ذہن میں رکھ کر شعری انتخاب کرتا ہے تو یہ انتخاب ہم سب کا انتخاب ہو جاتا ہے۔

خوبصورت ٹائپ کی طباعت۔ مجلد۔ قیمت تین روپے

ادارۂ نگارش و مطبوعات

بی ۸۵۔ پلاٹ "بی" نارتھ ناظم آباد، کراچی ۱۸

سلسلہ نمبر ۵

گنج ہائے گراں مایہ

مخطوطات انجمن ترقی اردو کی وضاحتی فہرست

۱	طوطی نامہ	میر محمد حیات حسرت
۲	مثنوی بوستان خیال	سید شاہ سراج اورنگ آبادی
۳	دیوان قدرت	شاہ قدرت دہلوی

مرتبہ

افسر صدیقی امروہوی

اب تک حسبِ ذیل مخطوطات پر توضیحی حواشی شائع کئے جا چکے ہیں

۱	مثنوی اسرار محبت	محبت بریلوی
۲	مثنوی محیط	رام جس محیط
۳	وصیت نامہ	————
۴	دیوانِ حقیقت	شاہ حسین حقیقت
۵	مثنوی بحر الفت	واجد علی شاہ اختر
۶	قصہ حضرت سلیمان و بلقیس	اعز الدین نامی
۷	دیوانِ عیش	طالب علی خاں عیشی
۸	مجموعۂ حکایات	————
۹	دیوانِ عیش	حکیم آغا جان دہلوی
۱۰	چار گلشن غوثیہ	شیخ احمد حسرت کرنولی
۱۱	دیوانِ اوج	عبداللہ خاں اوج مردھنوی
۱۲	دیوانِ حیرت	سید ابوالحسن حیرت
۱۳	دیوانِ عیش	مرزا علی عیش
۱۴	کرامات نامہ	دائم
۱۵	مثنوی باغ ایمان	تشفی
۱۶	مثنوی ایمان درپن	الفت

طوطی نامہ

سائز ۹ × ۶ صفحات ۱۹۲ سطور ۱۳ سنہ تصنیف - سنہ کتابت ۱۲۵۴ھ

یہ (۲۴۳۵) اشعار کی مثنوی حسرت کی تصنیف ہے۔ بعض اصحاب کا خیال ہے کہ یہ حسرت مرزا جعفر علی ہیں۔ جو قلندر بخش جرأت و محبت خاں محبت وغیرہ کے استاد تھے لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ طوطی نامہ کے مصنف ایک اور حسرت ہیں جن کا نام میر محمد حیات ہے اور جو مرزا جعفر علی حسرت کے معاصرین میں تھے۔ مرزا جعفر علی حسرت کا کلیات انجمن کے کتب خانے میں ہے اس میں چند مثنویات بھی ہیں لیکن طوطی نامہ شامل نہیں ہے۔ مزید برآں کسی تذکرہ نویس نے مرزا جعفر علی حسرت کی تصنیفات میں مثنوی طوطی نامہ کا نام نہیں دیا البتہ طبقات الشعراء (کریم الدین) طوطی نامہ کو میر محمد حیات حسرت کی تصنیف بتایا گیا ہے۔ متن ہند میں نام کی تشریح اس طرح ہے "حسرت تخلص ہیبت قلی خاں لقب ساکن عظیم آباد کے شاگرد مرزا جان جاناں مظہر کے تھے۔ سخن شعرا میں ان کا نام محمد حیات درج کیا گیا ہے۔ عام طور پر عظیم آبادی مشہور ہیں۔ مگر بقول مولوی کریم الدین دہلی کے رہنے والے تھے۔" وطن سے نکل کر پٹنہ پہنچے وہاں سے پورنیا جہاں نواب شوکت جنگ پسر نواب صولت جنگ صوبیدار پورنیا کے رفیق رہے بعد ازاں نواب سراج الدولہ ناظم بنگالہ کی سرکار میں خدمت داروغگی حاصل کی۔ گلشن ہند کا بیان ہے کہ ۱۱۹۵ھ میں مبارک الدولہ نواب مبارک علی خاں بہادر تہور جنگ کی رفاقت میں نہایت غربت و پریشانی کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ کریم الدین کا بیان ہے کہ نواب مبارک الدولہ میر مبارک علی خاں صوبہ بنگال کے افسروں میں سے تھا۔ گلشن ہند میں سنہ وفات ۱۲۱۰ھ دیا ہے لیکن کریم الدین کا بیان ہے کہ ۱۲۱۵ھ میں فوت ہوا۔

حسرت کو لطیفہ گوئی ظرافت، بدیہہ گوئی اور حاضر جوابی میں بڑا ملکہ تھا۔ طبقات الشعرا کا بیان ہے کہ "ان کے دیوان میں دو ہزار شعر ہیں۔ اسی شاعر کے قصہ طوطی نامہ تصنیف سے ہے"

حسرت کے ایک لڑکے میر محفوظ علی تھے جو ہمدم تخلص کرتے تھے اور بقول مصنف گلزار ابراہیم شاہ قدرت اللہ قدرت و دیگر موزونان مرشد آباد سے اصلاح لیتے تھے۔

مثنوی کا خط اگرچہ نستعلیق ہے مگر اس میں پختگی نہیں ہے۔ کاتب نے ک اور گ میں کوئی فرق روا نہیں رکھا۔ اسی طرح یای معروف دیای مجہول بھی یکساں لکھی ہیں۔ اردو مصدر کے اجزا کو جو عام طور پر ملا کر لکھے جاتے ہیں جدا جدا لکھا ہے مثلاً سننے کا املا سن نے اختیار کیا ہے۔ ایک بیت ہے ؎

آب مہتاب اور کنول د و سفید　　　سب دیوالی تھی اوس جگہ دن عید

دوسرے مصرع میں شب کی جگہ سب اور دیوالی کی جگہ دیوالی تحریر ہے ایک اور بیت ہے ؎

وہاں سے رخصت ہوا نوپ اوس آن　　　یہاں سی راوی کریہی اب یہ بیان

یہ بیت اصل میں اس طرح ہونی چاہیئے ؎

وہاں سے رخصت ہوا نوپ اوس آن　　　یہاں سے راوی کرے ہے اب یہ بیان

ایک اور بیت ہے ؎

سونی روپی کے ضرف مینا کار　　　سبزیمیں ہو گلوں کی جیسے بہار

اس بیت میں ظرف کو ضرف لکھا ہے ہونا یوں چاہیئے ؎

سونے روپے کے ظرف مینا کار　　　سبزے میں ہو گلوں کی جیسے بہار

اگرچہ حسرت میر کے ہم زمانہ ہیں اور زبان نسبتاً صاف و شستہ ہے مگر بعض جگہ فنی غلطیاں کیں گئی ہیں مثلاً ؎

بولا حرمص کہ ابتو بہنا لال　　　یہ شکار ہاتھ آیا ہے فی الحال

اس بیت کے دوسرے مصرعہ میں (ز اور ہ) میں سے ایک حرف ساقط ہے۔ اسی قبیل کی یہ بیت صفحہ ۱۷۱ پر ہے ؎

لال ہوئی آنکھ جب لگا چھینٹا　　　بن گئی آنکھ نرگس شہلا

اس بیت کے مصرع اول میں (ل اور ہ) میں سے ایک حرف ساقط الوزن ہے۔

بعض مقامات پر فارسی ابیات بھی شامل ہیں مثلاً ص۲۳۹ پر ہے ؎

اے زبردست زیردست آزار　　　گرم تا کے بماند این بازار

بچہ کار آیدت جہاں داری　　　مُردنت بہ کہ مردم آزاری

مثنوی میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جو کاتب کی سہل انگاری اور غفلت سے غلط نقل ہوئے ہیں مثلاً ص۵۷ پر ایک بیت ہے جس کے دونوں مصرع ایک دوسرے سے بے تعلق ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مصرع اول ایک بیت کا ہے اور مصرع دوم دوسری بیت کا ؎

کہیں مینڈھے کہیں دکھائے ہرن　　　جانور ڈھیر، آدمی تھوڑے

اسی قبیل کی یہ بیت ص۱۷۸ پر ہے ؎

بیاہ کر مجھ کو لے چلا تھا وہ　　　پہونچے جنگل میں ہم وہ ہو کے تباہ

مثنوی کا آغاز بیان عشق سے کیا ہے جس کے (۱۴) اشعار ہیں اسی سلسلے میں کمتر حمد اور بیشتر نعت بھی آگئی ہے ؎

آغاز۔　یا الٰہی یہ عشق خانہ خراب　　　کس نے مانگا تھا یہاں کسے تھی تاب

دیکھا ارض و سما کو بہتیرا　　عشق سے پھر سبھوں نے منہ پھیرا
دیکھا کیا ہائے حوصلہ تو نے　　عشق آدم کو جو دیا تو نے
اپنا تو سب جلا ہے مغز اور پوست　　ہاں اسے سمجھے تو کہ تیرا دوست
عشق تیرا حبیب پہچانے　　یا اسے ذات پنجتن جانے

اس کے بعد داستان شروع ہوئی ہے اس میں شکر پارہ نام کی ایک حسینہ اور طوطی نام کے ایک شاہزادے کے عشق کا بیان ہے۔ یہ شاہزادہ راجہ انند کا لڑکا تھا۔

غالب نے کہا تھا ؎

لیتا ہوں مکتب غم دل میں سبق ہنوز　　لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا

طوطی کو بھی ابتدائے تعلیم ہی سے محبوب کا تصور تھا اس تصور کا نقشہ طوطی نامہ میں اس طرح کھینچا گیا ہے ؎

جب وہ کرتا الف کی کچھ تکرار　　یاد آتا تھا اس کو قامتِ یار
اس دہان و کمر کو سمجھے میم　　یہی مضمون ہے عاشقوں کا قدیم
ہای ویا کھینچ آہ جب کی وائے　　کچھ نہ مفہوم ہو مگر ایک ہائے
آہ پنہاں جو دل سے گاہ کرے　　ساتھ استاد اس کے آہ کرے

اس مکتب نشینی نے استاد کو شاگرد کا فریفتہ بنا دیا ؎

طوطی نے باغ سبز دکھلا کر　　کیا استاد کے تئیں ششدر
بلبل اس بوستاں کا تھا استاد　　آخر ان نے جو دی مبار کباد
دیکھ اس کے چمن کی بد حالی　　بولا حیف اپنی بے پر و بالی
صبر چھوٹا وہ بے قرار ہوا　　راز استاد آشکار ہوا
لگا کہنے وہ بھول علم و ادب　　کاۓ میں قرباں کہوں ہوں تجھسے اب
ایک مدت سے تجھ پہ تھا مفتوں　　اب ترے غم نے کر دیا محزوں
میں تیرا تیر عشق کھایا ہے　　تو نے اب دل کہاں لگایا ہے

تو بھی عاشق ہے میں بھی کھائی تیغ　　مجھ سے اظہار حال رکھ نہ دریغ
ایک ہی عشق کے ہیں دونوں غلام　　میں تیرے کام آؤں تو مرے کام
من و تو ہر دو خواجہ تاشانیم　　بندۂ بارگاہ سلطانیم

استاد کے دلاسا دلانے سے شاگرد کو ہمت ہوئی اور اس نے صاف صاف بیان کر دیا کہ ایک برہمن انوپ نام کسی کام سے ملک بہیل گیا تھا وہاں کے راجہ کی لڑکی سیر کو نکلا کرتی تھی برہمن اسے دیکھ کر عاشق ہو گیا، ور اس دلکش موقع کی ایک تصویر کھینچ لایا یہاں مصنف نے سراپائے معشوق بیان کرنے میں بڑی نازک خیالی سے کام لیا ہے اس سراپا نگاری کا خاتمہ اس دوہے پر ہوا ہے سہ

ساجن کا گھر دور ہے جیسے پنڈ کھجور　　　چڑھوں تو چاکھوں پیم رس گروں تو چکنا چور

طوطی نے اس کے بعد بیان کیا کہ میں نے انوپ کی فریاد وزاری سُنی تو اس کے پاس پہنچا اور منت وسماجت کر کے تصویر بھی دیکھی اور حال بھی پوچھا۔ اور سہ

تب سے تصویر بن گیا ہوں میں　　　سخت حیران ہو رہا ہوں میں
اب کروں کیونکے اپنا دل خورسند　　　کس طرح اس سے ہو مرا پیوند

اگرچہ انوپ اور طوطی ایک دوسرے کے رقیب تھے مگر انوپ ایثار سے کام لیتا ہے اور طوطی کے باپ راجہ انند کے حکم کے مطابق شادی کا پیام لے کر شکر پارہ کے باپ کے پاس جاتا ہے اس پیام شادی کے جواب میں شکر پارہ کے باپ نے کہا سہ

نامہ لایا تھا تو بعظم وشاں　　　اس کا لے جا جواب تیر وکماں

راجہ انند کے وزیر کی بیٹی امرت نے انوپ کو دعوت پر بلایا اور شکر پارا کو پردے کے پیچھے بٹھا کر شہزادے کا سارا حال سنا۔ انوپ نے اس وقت شہزادے کی ایک تصویر بھی بنا دی جسے دیکھ کر سب حیران رہ گئے اب ایلچی وہاں سے روانہ ہوا۔ اس موقع پر صاحب مثنوی نے انوپ اور طوطی کے فراق میں امرت اور شکر پارا کے بیتاب وبے قرار ہونے کا بڑا اچھا نقشہ کھینچا ہے۔ انوپ نے طوطی کے باپ کو نامہ شادی کا جواب دیا تو جنگ کی تیاریاں ہونے لگیں۔ آخر فیصلہ ہوا کہ طوطی گھر داماد ہو کر رہے گا تو شادی ہو سکے گی۔ اس کے سوا طوطی کو شکر پارہ کی ایک شرط پوری کرنا پڑے گی۔ اور وہ شرط نشانے پر تیر لگانے کی تھی۔ جب شہزادہ یہ شرط پوری کرنے کے لئے سج بن کر روانہ ہوا تو امرت نے شکر پارا سے کہا کہ جو باغ نیا بنا ہے اسے خوب سجایا جائے۔ اور خود کو بھی اچھی طرح آراستہ کیا جائے سہ

اپنے اپنا سنگار سب کر کر　　　خوب سا اس کو کیجئے سندر
کھووے گا حسن دیکھ جب اوساں　　　لاکے رکھ دیکھو آگے تیر کماں
ہوش ہو گا تو تیر مارے گا　　　آخر آپی وہ شرط ہارے گا

یہ حصہ مثنوی میں نہایت ہی دلکش ہے باغ کی حسن آفرینی اور شکر پارا وامرت کے بناؤ سنگار میں تقریباً (۱۵۰) ابیات تحریر کی ہیں۔ اب طوطی باغ میں پہنچتا ہے شکر پارا چھپ جاتی ہے　امرت طوطی کا ہاتھ پکڑ کر ایوان میں لائی اب شرط بیان کی گئی کہ شہزادہ اور شہزادی باری باری سے تیر ماریں جس کا تیر پتھر سے پار ہو جائے وہ جیتا ہوا سمجھا جائے اول شہزادی نے تیر مارا لیکن ناکامیاب رہی پھر طوطی

نے تیر مارا جو پتھر سے پار ہو گیا۔ اب شادی کی تیاریاں ہونے لگیں ناگاہ طویل دیو نے جو امرت پر جان دیتا تھا اس کا بوسہ لیا انوپ کو یہ بات ناگوار ہوئی تو اس نے تلوار سے اس کے دو حصے کر دے اور پھر ہر ایک حصہ کے دو ٹکڑے کئے تو چار نمودار ہو گئے امرت نے انوپ کو مشورہ دیا کہ سامنے جو حوض ہے اس میں ایک کنول ہے اس کنول میں ایک بھونرا ہے وہی اس دیو کی روح ہے جلد تو حوض میں کود و اور کنول کو مسل ڈالو۔ انوپ نے ایسا ہی کیا اور دیو مر گیا آخر کار طوطی کی شکر پارا سے اور انوپ کی امرت سے دھوم دھام سے ساتھ شادی ہو گئی اور دونوں نے اپنی اپنی دلہنوں کو لے کر وطن روانہ ہونے کا ارادہ کیا لیکن راجہ نے رخصت کی اجازت نہ دی، ور در پردہ ایک دیو کے ہاتھ سے طوطی کو مروا دیا۔ شکر پارا نے اپنے دولہا کی لاش کو ایک صندوق میں بند کر دیا اور غم میں رات دن پریشان حال رہنے لگی۔ ایک دن ایک طوطا پیڑ پر آکر بیٹھا اور شکر پارا سے باتیں کرنے لگا۔ شکر پارا نے طوطے سے کہا کہ اے طوطے کوئی قصہ ہی سنا اس پر طوطے نے کہا کہ میں اپنی آپ بیتی سناتا ہوں۔ طوطے نے کئی روز میں یہ قصہ بیان کیا آخری روز اس نے شہزادے کی لاش دیکھنے کی تمنا کی اور سامنے آتے ہی ؎

لاش دیکھا تو کر کے کایا پلٹ   طوطا شہزادہ بن گیا جھٹ پٹ

اب شکر پارا اور طوطی وہاں سے چل پڑے۔ طویل مسافت کے بعد اس ملک سے نکل گئے اور ایک جگہ قدرے آرام کے لئے لیٹے تھکن کی وجہ سے دونوں کی آنکھ لگ گئی اب ؎

کیا کروں دور چرخ کی تقریر   پل میں شاہوں کے تئیں بنا دے فقیر
لعل کو بیچے ہے یہ سنگ کے مول   تاج شاہی اُٹ کرے کچکول

ایک شہزادہ اس جنگل میں شکار کیلئے آیا اور ان کو محو خواب دیکھ کر شکر پارا پر عاشق ہو گیا۔ شہزادے کو درخت سے باندھا اور اُسے گھوڑے پر ڈال چلتا بنا۔ شہزادے کی آنکھ کھلی تو خود کو تنہا دیکھا بندھے ہوئے ہاتھوں کو دانتوں سے کھولا اور گھوڑے کے سم کے نشان پر تلاش کرتا ہوا چلا۔ اس کے بعد شہزادے کے طلسم میں پھنس جانے اور اس کے استاد کے جوگی کے روپ میں رہائی دلانے کا ذکر ہے۔ اس سلسلے میں لال شہزادی بھی نمودار ہو جاتی ہے۔ جو طوطی کے استاد کی محبوبہ ہے۔ آخر طوطی، انوپ اور طوطی کا استاد، شکر پارا، امرت اور لال کے ساتھ متاہلانہ زندگی گزارتے ہیں ؎

اختتام۔

میں بھی کھینچی ہے محنت اے حسرت   کہے ہیں شعر کتنی کر محنت
داستاں کے تئیں کیا موزوں   خوب اس میں جگر کیا ہے خوں
شاعری اس میں گرچہ میں نہیں کی   کہ نہیں لگتی اب کسی کو بھلی
سہل ہے شعر اس زمانے میں   آتے ہیں سن نے اور سنانے میں
میں بھی سمجھا اسی میں خوش ہے دیس   ہے مثل جیسا دیس ویسا بھیس
کیا اس بولی میں یہ قصہ تمام   اور رکھا طوطی نامہ اس کا نام

حق سے اُمید ہے کہ ہو مقبول　　گو یہ معقول ہے کہ نا معقول

ترقیمہ - تمام شد مثنوی میاں حسرت صاحب مغفور از دست محمد علی ۱۲۵۳ھ "
اسی کے ساتھ حاشیہ پر یہ عبارت تحریر ہے (ابن مثنوی حسرت صاحب بتاریخ یکم جون ۱۸۵۷ء
بقیمت : یک روپیہ چہار آنہ " اس جملہ کا آخری حصّہ کاغذ کے جوڑ میں آگیا ہے۔

مثنوی بوستان خیال

سائز ۸ × ۵ صفحات ۷۹ سطور (۱۵) سنہ تصنیف ۱۱۶۰ھ سنہ کتابت ۱۱۸۰ھ

یہ مثنوی جس کا نام تاریخی ہے سید شاہ سراج اورنگ آبادی کی تصنیف ہے جو ۱۱۶۰ھ میں ان کی وفات سے ۱۷ سال قبل لکھی گئی اور ۱۱۸۰ھ میں کتابت ہوئی جب ان کو وفات پائے ہوئے صرف ۳ سال ہوئے تھے ۔ خط نستعلیق ہے چار سطری رنگین حاشیہ اور حصّہ کا درمیان سُرخ لکیروں سے بنایا گیا ہے عنوانات بھی سرخی سے لکھے گئے ہیں۔ اور ان کی زبان فارسی ہے۔ صفحہ اول مطلا و منقش اور بہت دیدہ زیب ہے سنہ تصنیف اور تعداد اشعار کے بارے میں خود سراج نے صریحی اشارے کیے ہیں ؎

کیا میں جب اس مثنوی کا خیال	تھے ہجری ہزار و صد و شصت سال
شمار اس کی ابیات کا جب کیا	تو ہجرت کے سن سے موافق ہوا
زبس اس میں ہے سیر گلشن مدام	رکھا "بوستانِ خیال" اس کا نام
عدد جب کہ اس نام کے آئے ہاتھ	مطابق ہوئے سال و ابیات ساتھ

یہ وہی مثنوی ہے جس کا ذکر نصیر الدین ہاشمی نے فہرست کتبخانہ سر سالار جنگ ص۳۳۹ پر کیا ہے۔ اسی نام کی ایک مثنوی ادارۂ ادبیات اردو حیدرآباد کے کتب خانے میں بھی ہے (تذکرہ اردو مخطوطات جلد اول ص۳۲۷) سید محی الدین زورؔ نے اس کو قبل از ۱۱۷۸ھ کی تصنیف بتایا ہے حالانکہ قبل از ۱۱۷۷ھ ہونا چاہیئے تھا کیونکہ سراج کا انتقال بالاتفاق ۱۱۷۷ھ میں ہوا ہے - خود زورؔ صاحب نے اسی فہرست کے ص۹۹ پر شاہ سراج کا عہد حیات (۱۱۲۵ - ۱۱۷۷) ظاہر کیا ہے۔ ہاشمی صاحب نے مثنوی کی تفصیل میں لکھا ہے۔

مثنوی کا آغاز اپنے دردِ دل سے شروع کیا ہے۔ دل کو کسی طرح تسلی نہیں ہوتی - باغ و بہار گل و گلزار کی تفریح میں دل نہیں لگتا۔ غم نے جاں بلب کر دیا - آخر کسی محبوبہ کی تلاش ہوئی - کئی محبوب ملے جو اپنی افسوں گری - شوخی - سادگی - لاابالی پن میں اپنے آپ مشہور تھے - اس کی بڑی تلاش رہی - ایک عزیز غم خوار ملا مگر بے قراری کو تسکین نہیں ہوئی - اس غم خوار کو حال دل بیان کیا - محبوب کی بے وفائی کی داستاں سنائی تمام داستاں سن کر اس سردار کو رحم آگیا اور ہمدردی ظاہر کی مگر عزت عشق کے باعث

اس سردار کے مکان سے نکلنا پڑا ۔" جنگل بیابان کی سیر" اور آخر الامر دیدار یار سے شاد کام ہو گئے ۔" (فہرست صفحہ)

معلوم ہوتا ہے کہ نصیر الدین صاحب نے صرف عنوانات سے قصے کا استخراج کرنا چاہا ہے ابیات کے پردے میں جو واقعات چھپے ہوئے ہیں ان تک پہنچنے کی کوشش بالکل نہیں کی ۔ ورنہ وہ یہ نہ لکھتے کہ "آخر الامر دیدار یار سے شاد کام ہو گئے" یہ تو سترہویں عنوان کا سادہ سا ترجمہ ہے وہ بھی جز ؤدل کا یعنی فائز شدن بحصول دوستِ دیدار و تبازگی عہد محبت بستن آن شوخ مکار در اصل انجام تو اٹھارویں عنوان میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں "تلخ شدن زندگانی از یاس، بسبب بد عہدی یار بیوفائی اساس، اس عنوان کے آخر میں سراج لکھتے ہیں ؎

سراج اب عنان زباں ہاتھ لے　　قلم کو روانی کی رخصت نہ دے

دُعا کا یہی ہاتھ اُٹھا حق کے پاس　　کہ جاوے ترے پاس سے غم کی باس

کسی سے نہ اب غیر حق بات کر　　نپٹ التجا سیں مناجات کر

اور اس مناجات کا آغاز، اپنے تجربات کی روشنی میں اس طرح کیا ہے ؎

الٰہی بتوں سیں مرا دل پھرا　　کہ ہرگز نہیں ان میں بوئے وفا

مناجات میں چہاردہ معصومین کے تصدق میں جو کچھ طلب کیا ہے وہ یہ ہے ؎

پھرا دل مرا صحبت غیر سیں　　کہ کعبے طرف جاؤں اب دیر سیں

سپردم بتو مایۂ خویش را　　تو دانی حساب کم و بیش را

قصے کی تفصیل ۔ سراج نے پہلے دو عنوان اپنی پریشان حالی کی نذر کئے ہیں جو انہیں اپنے محبوب کی جدائی میں عارض تھی تیسرا عنوان ہے" دلبری کردن خوبان منتخب در وئے توجہ نیا وردن ہیچ سبب" یہیں سے مثنوی کی ابتدا ہوتی ہے ۔ سراج کہتے ہیں کہ اکثر حسینوں نے مجھے درویش بلکہ دریش جان کر اور دل پسند شعر کہنے والا سمجھ کر اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی ؎

ولیکن مرا دل تو کہیں اور تھا　　مرے پر قیامت کا کچھ دَور تھا

جب انہوں نے مجھے اس قدر بے التفات پایا تو بے حجابی کے ساتھ ملنے جلنے لگے اور ہر ایک اس کوشش میں رہنے لگا ؎

کہ آوے دل اس کا ہماری طرف　　محبت کے تیروں کا ہووے ہدف

جو دیکھے سو جانے کہ سید سراج　　فلانے کا عاشق ہے اور لا علاج

ہمارا ہر ایک جا بجا نام ہوئے　　جو مقصد ہے شہرت کا سو کام ہوئے

ان حسینوں میں ایک سردار زادے بھی تھے جو فوج میں تمند رکھتے وہ بہت ہی حسین و مہ جبیں تھے اور جو شخص ان سے ملنے کی کوشش کرتا تھا اس سے بڑے تپاک سے ملتے تھے ۔ اس حصے میں سراج نے سردار زادے کے حسن و جمال کی بڑی اچھی تصویر کھینچی ہے ۔ دیکھئے کتنے اچھے الفاظ ہیں ؎

جو دیکھے سو واقف ہوئے اس بات کا　　　کہ یہ چاند ہے چودھویں رات کا
خطِ کم نما، زیبِ لوحِ عذار　　　کہ باریک ہوتا ہے خطِ غبار
زنخدان ہے سیبِ گلزار حُسن　　　بہی بخشِ آزار بیمارِ حُسن
یہ خوبی نہ بلور پاوے کہیں　　　صفائی ہے لیکن یہ نرمی نہیں
کفِ دست، لختِ دلِ عاشقاں　　　ہر انگلی نزاکت میں ہے نبضِ جاں　　　وغیرہ وغیرہ

سردارزادے کی طرف سے آنے والے کی آؤبھگت کی تفصیل دیکھئے ؎

جو کوئی گھر طرف آوے مشتاق ہو　　　اسی دم بلاوے اُسے روبرو
کہے کس سبب سیں کئے ہوئے کرم　　　سعادت کہ آئے تمہارے قدم
نپٹ دلبری مہربانی کرے　　　یہاں لگ کہ دل اس کا پانی کرے
منگاوے پھر اس واسطے پاندان　　　کھلاوے اُسے اپنے ہاتھوں سے پان
لگادے اُسے عطر ہاتھوں ستی　　　دل اس کا کرے محو باتوں ستی

۱۱۵۷ھ کا موسم برشگال تھا نظام الملک بالکنڈہ فتح کرچکے تھے اور فتحیاب سپاہ واپس ہو رہی تھی سردارزادہ مذکور نے بھی بارش کے چار مہینے گزارنے کے لئے اپنے وطن جانے کا ارادہ کیا اور سراج کو اپنے ساتھ لے چلنے کی خواہش کی ؎

نظام ممالک امیر کبیر　　　شہنشاہ ہندوستاں کا وزیر
کیا بالکنڈے کو تسخیر جب　　　تب ارکان دولت چلے گھر کو سب
وہ سردار نامی سراپا جمال　　　ہوا جس کا اظہار اپنا کمال
کیا عزم اپنے وطن کی طرف　　　وہ صحرائے صحن چمن کی طرف
کہا مجھ کو اخلاص اور پیار سیں　　　نہاں یہ سخن گوش اغیار سیں
ارادہ میرا گھر کے جانے کا ہے　　　یہ برسات کے بعد آنے کا ہے
کرو تم بھی گر اس طرف کو کرم　　　رکھو گے سرو چشم پر ہر قدم

سراؔج نے یہ درخواست قبول کرلی۔ سردارزادے کے ساتھ اس کے وطن چلے گئے۔ جہاں سردارزادہ مذکور نے ان کی دل دہی کے لئے سارے جتن کئے مگر عشق کا جو بھوت ان پر سوار تھا وہ بدستور مسلط رہا۔

یہاں سراؔج نے برسبیل تمثیل ایک حکایت بیان کی ہے۔ کہ کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا۔ اس کا ایک دیوان تھا جو تمام امور سرانجام دیتا تھا۔ ایک روز دیوان کسی ضروری کام کے لئے محلسرا کے دروازے پر گیا تو اچانک کسی خواص

کا خوبصورت ہاتھ اسے نظر آگیا اس واقعہ نے اس کے ہوش و حواس کھو دیئے اس کے بہت سے علاج کئے گئے۔ لیکن طبعیت بحال نہیں ہوئی۔ دیوان کے ایک ہمراز دوست نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا کہ مجھے بتا تجھے کیا ہو گیا ہے تاکہ اس کا تدارک کیا جائے۔ اس پر اس نے ایک آہ کھینچی اور سارا ماجرا من وعن بیان کر دیا اور کہا کہ اگر بادشاہ کو یہ حال معلوم ہو جائے گا تو میری جان و آبرو پر بن جائے گی۔ انجام کار اس نے توشہ خانے سے زہر کے تین شیشے اٹھائے اور یکے بعد دیگرے پی گیا۔ اس پر بھی وہ زندہ رہا بلکہ بے قراری پہلے سے زیادہ ہو گئی بادشاہ نے اسے طلب کیا اور کہا کہ تو کسی جسمانی مرض میں گرفتار نہیں ہے اس کے باوجود فرائض منصبی اچھی طرح ادا نہیں کر سکتا۔ نوکری چھوڑ دے اور توشہ خانہ کا سامان دوسرے کی تحویل میں دیدے جب سامان تحویل میں دیا جانے لگا تو زہر کے تین شیشے کم نکلے بادشاہ نے قید کرنے کا حکم دیا۔ اس پر شخص مذکور نے اوّل سے آخر تک تمام قصہ سنا دیا جس میں زہر پینے کا واقعہ بھی تھا بادشاہ کو اس کے حال زار پر رحم آگیا اور محل میں جتنی عورتیں تھیں سب کو ایک صف میں کھڑا کر کے دیوان سے کہا کہ وہ ہاتھ پہچان لے جو تو پہلے دیکھ چکا ہے جیسے ہی اس نے اپنے محبوب کا ہاتھ پکڑا جان تن سے نکل گئی بادشاہ گھبرا کر اس کی طرف گیا ؎

سو کیا دیکھتا ہے کہ بیجان ہے — چمن زندگانی کا ویران ہے
اُدھر کو وہ معشوقۂ دلفریب — کہ تھا حسن کے ملک کو جس سیں زیب
کیا نشۂ یک دلی نے اثر — برابر ہوئی یہ ادھر وہ اُدھر
شہ اس حال کو دیکھ لرزاں ہوا — نہ شہ بلکہ سب خلق حیراں ہوا

اب سراج اپنے قصّے کی طرف لوٹتے ہیں ؎

کسی اور کے حال سیں تجھکو کیا — وہی سرگزشت اپنی لکھنے میں لا

سردار زادہ مجبور کر کے سراج کو سیر باغ کے لئے گیا۔ باغ کی کیفیت کیا کہیئے مگر ؎

عجب وقت تھا اور عجب رنگ تھا — ولیکن مرا دل نپٹ تنگ تھا
عنانِ خرد چھوٹ گئی ہات سیں — اُٹھا آہ و فریاد وہیہات سیں

سامنے سرو کا ایک درخت تھا تصور نے اسے قد محبوب بنا دیا بے اختیاری میں وہ دوڑ کر اس سے لپٹ گئے سردار زادہ ؎

ہوا مضطرب اور اٹھایا مجھے — یکایک وہیں ہوش آیا مجھے

اسی حالت میں باغ سے واپس آگئے رات کو جب سردار زادہ اور سراج تنہا ہوئے تو سردار زادہ نے اصرار کے ساتھ استفسار حال کیا ؎

نہایت بجد جب ہوا بار بار — تو کہنا پڑا مجھ کو بے اختیار

اب سراج نے بتایا کہ ـــ

مجھے نوخطی تھی جس ایام میں   مقید نہ تھا میں کسی دام میں
جدھر جاؤں میں کیا غنی کیا غریب   مرے ساتھ رہتے تھے اکثر نجیب
دو وہی پیشوائے سہی قامتاں   وہی مرجع فوج خوش طلعتاں
کہ تھا ان دنوں میں، برس سات کا   نہ تھا آشنا ظلم کی بات کا
کبھی ہوئے مرا اس گلی میں گزر   تو اس وقت پر مجھ کو آئے نظر
سنا تھا میری قابلیت کا نام   ادب سیں کرے مجھ کو جھک کر سلام
برس سات گزرے جب اس بات پر   کیا یاد سب دلبری کے ہنر
فن دلربائی میں کامل ہوا   دلبستان خوبی میں قابل ہوا
اُسے چودویں سال کی ہوئی گرہ   ہوا ماہ نو کا مہ چار دہ
پڑی شہر میں اس کی خوبی کی دھوم   ہوا سب طرف عاشقوں کا ہجوم

سراج کہتے ہیں کہ ایک روز چوک میں اس کا سامنا ہوگیا ـــ

حجاب محبت نے گھیرا مجھے   نہ تھا اس گھڑی ہوش میرا مجھے

اسی حالت میں ـــ

تحمل سیں میں جمع کر کہ حواس   سخن کو بہت غور سیں کر قیاس
نہ آوے خلل جس سیں تمکین میں   میں پوچھا اسی رسم و آئین میں
کہ لالا تمہارا کہو نام کیا   کدھر آئے ہو یہاں تمہیں کام کیا
تمہیں راہ میں دیکھتے ہیں کہیں   ہماری طرف گاہ آتے نہیں
کبھی اوس طرف کو بھی آیا کرو   کتاب اپنے ہمراہ لایا کرو

اس پر محبوب نے جواب دیا ـــ

مجھے بوجھئے کمترا اپنا غلام   میں خدمت میں پہنچا کروں گا مدام

آخر یگانگت نے اس قدر ترقی کی کہ شہر بھر میں چرچا ہونے لگا یہاں تک کہ ـــ

پڑی سب قبیلے میں اوس کے یہ دھوم   نہایت گئے سب نے اوس پر ہجوم
کہ ہندو پسر کو مناسب نہیں   مسلمان سے دوستی یہاں تئیں
تجھے قوم سیں سب نکالیں گے ہم   کہ یہ نہیں ہے آئین ہندو دھرم

لیکن اس کو اس زجر و توبیخ کی کوئی پروا نہیں ہوئی اور جواب دیا ؎

سلامت رہے وہ مرے سر کا تاج جسے نام روشن ہے سید سراج

بالآخر ؎

ہوئے اس کے ہم قوم لاچار سب زباں کو گئے ہند یک بار سب

دوستی اسی طرح قائم تھی کہ کسی در انداز نے جھوٹی سچی باتیں لگا کر محبوب کو سراج سے بدظن کر دیا اب اس کی آمد و رفت میں کمی ہونے لگی حتیٰ کہ بالکل آنا جانا چھوڑ دیا۔ سراج بیتابی میں اس کی گلی سے گزرتے اور اتفاقاً سامنا ہو جانے پر اپنا حالِ زار بیان کرتے تو وہ ؎

غضبناک ہو سنگ باری کرے زباں سیں بھی دشنام جاری کرے

اسی حالت میں سات سال گزر گئے ؎

برس سات گزرے اسی رنگ سیں کہ نہیں کچھ علاج اس دل سنگ سیں
وہی شیوۂ ظلم ہے پے بہ پے وہی طرز بیگانگی ہے سو ہے

سراج نے کہا کہ اے سردار زادے! میں تمہارے ساتھ اسی وجہ سے آگیا تھا کہ شاید تمہاری موجودگی میں میرا غم غلط ہو جائے لیکن ایسا نہیں ہوا اور باغ کی سیر نے میرے زخم کو از سر نو ہرا کر دیا۔ سردار زادہ پر یہ دردناک داستاں سن کر بڑا اثر ہوا۔ اور خود کو ان کی سپردگی میں دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ لیکن غیرتِ عشق نے سراج کو یہ اجازت نہ دی کہ قدیم محبت کو جدید محبت پر قربان کر دیا جائے ؎

ولیکن یہ قصہ سُنے ہم نہیں کہ بیمار کس کا شفا ہو کہیں

رات کا وقت تھا اور بارش زور شور سے ہو رہی تھی کہ سراج سردار زادہ کے مکان سے اٹھ کر باہر جانے لگے سردار زادہ نے بیحد اصرار کیا کہ باقی رات گزار لو صبح کو سواری بھی موجود ہو گی اور خدمت گار بھی۔ لیکن سراج نے ایک نہ سنی ؎

لیا راہ میں حیدرآباد کی ہوئی یاد اس شوخ جلاد کی

یہاں سے راستے کی صعوبت، بارش کی شدت۔ بجلی کی چمک، بادلوں کی گرج اور تنہا پا پیادہ راہ روی کا ایک دلکش نقشہ شروع ہوتا ہے آخر کار ؎

ہوئی قطع جب غم کی راہِ دراز ہوا ایک بیک دل کا دروازہ باز
کیا طے مصیبت جب اس راہ کی لگی آنے بُو شہر دلخواہ کی
لیا کوچۂ یار کی راہ کو کہ بلبل چلی باغ دل خواہ کو
میں دیکھا جب اس گلبدن کی گلی کھلی آرزو کے چمن کی کلی

رکھا کانپتا اس گلی میں قدم　　کہ آیا نکل گھر سے باہر صنم

سراج پاؤں پر گر پڑے محبوب نے ان کا سر اٹھایا اور گلے سے لگا کر کہا کہ ضبط سے کام لو ؎

وہی ہوں تمہارا قدیمی غلام　　کہ سمرن ہے مجکو تمہارا ہی نام
گزشتہ سیں انکار کرتا ہوں میں　　نیا آج اقرار کرتا ہوں میں
یہ کہہ کر مجھے جلد رخصت کیا　　مرے ساتھ عہد محبت کیا
کہ بے ماندگی راہ کی تم کو اب　　گزر جائیگی آن میں شب کی شب
دل جمع سے صبح کو آئیے　　میرے سر پہ مہر بہر قدم لائیے

لیکن اس تمام وعدہ وعید کا نتیجہ برعکس نکلا ؎

گیا صبح کو شوقِ دیدار سیں　　تمنا و مشتاقِ دیدار سیں
سو کیا دیکھتا ہوں کہ بے بیدماغ　　نہ تہا کل کا کچھ بھی نشان و سراغ
وہی بے مروت وہی بے وفا　　کہ گویا کبھی کچھ نہ تھا آشنا
غضب ہو کے پتھر لیا ہات میں　　پھرا مجھ سیں پھر رات کی رات میں
زباں پر وہی حرف دشنام تھا　　جو تہا حرف بد سو میرا نام تہا
میں ہر چند فریاد و زاری کیا　　زیادہ مجھے سنگ باری کیا

یہی کیفیت تھی کہ جب سراج نے اس مثنوی کو دو دن میں تصنیف کیا۔ دو دن کے صرف ۴۸ گھنٹے ہوتے ہیں اگر دو دن میں آرام کے ۱۸ گھنٹے نکال دیئے جائیں تو ۳۰ گھنٹے باقی بچتے ہیں۔ اس قلیل مدت میں (۱۱۶۰) ابیات کی مثنوی کا تصنیف کرنا یقیناً ایک کارنامہ ہے۔ ڈیڑھ منٹ میں ایک بیت کی تصنیف سراج کی قادر الکلامی کی ایسی دلیل ہے جس سے انکار کی جرأت نہیں ہوتی۔ واقعی یہ دل کا جوش تھا جو کوہِ آتش فشاں کے لاوے کی طرح اُبل پڑا۔

حالات مصنف۔ شاہ سراج اورنگ آبادی ایک جانے پہچانے اور مشہور و معروف شاعر ہیں سید سراج الدین نام تھا اورنگ آباد کے رہنے والے درویش منش اور پرگو شاعر تھے۔ ۱۱۲۷ھ میں پیدا ہوئے اور پچاس سال کی عمر پاکر ۱۱۷۷ھ میں وفات پائی پروفیسر محی الدین قادری زور مرحوم نے ان کو ولی کا جانشین کہا ہے شاید یہ اِدعا بلحاظ کمال ہو یا بربنائے فیض غائبانہ ورنہ وہ ولی سے بہت متاخر ہیں ولی کی وفات ۱۱۱۹ھ کے وقت وہ صرف ۸ برس کے تھے اس لئے جانشینی کیا شاگردی کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔

سراج کے کلام میں صفائی، سادگی، شگفتگی تمام محاسن موجود ہیں وہ بڑے خوش نصیب شاعر تھے کہ ان کی زندگی ہی میں ان کا کلام مشہور ہو گیا تھا۔ سراج کی ایک غزل بہت مشہور ہے کہتے ہیں ؎

خبر تحیر عشق سن، نہ جنوں رہا نہ پری رہی — نہ تو تو رہا نہ تو میں رہا جو رہی سو بے خبری رہی
شہ بے خودی نے عطا کیا مجھے اب لباس برہنگی — نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنوں کی پردہ دری رہی
چلی سمت غیب سیں وہ ہوا کہ چمن سرور کا جل گیا — مگر ایک شاخ نہال غم جسے دل کہیں سو ہری رہی

سراج بہت پرگو شاعر تھے ان کا کلیات پروفیسر سروری کا مرتب کیا ہوا مجلس اشاعت دکنی مخطوطات حیدرآباد نے شائع کر دیا ہے۔ اس کلیات میں یہ مثنوی بھی شامل ہے

آغاز مثنوی - بوستان خیال میں عام رواج کے خلاف نہ حمد ہے نہ نعت۔ شروع ہی سے پند درد محبت کی کہانی بیان کی گئی ہے ؎

ارے ہم نشینو، مرا دکھ سنو — مرے دل کے گلشن کی کلیاں چنو
مرے پر عجب طرح کے درد ہیں — کہ سب درد اس درد کی گرد ہیں

اختتام

سراج اب طلب مدعا کی نہ کر — کہ خاصوں میں یہ بات نہیں معتبر
اسی بیت کو ورد کر صبح و شام — جناب الٰہی میں کہہ تو مدام
سپردم بتو مایۂ خویش را — تو دانی حساب کم و بیش را

اس کے بعد وہ چار ابیات ہیں جو ہم آغاز میں درج کر چکے ہیں۔ در جن میں کتاب کے نام و ابیات کی تعداد کا ذکر کیا گیا ہے۔ آخری دو بیتیں یہ ہیں ؎

یہ دو دن کی تصنیف ہے حسب حال — زبان پر نکل آیا دل کا خیال
نظر میں نہ لاؤ تم اس کا قصور — کہ ہے دردمندی سے یہ بات دور

ترقیمہ - تاریخ اختتام پنجم شہر ذی قعدہ ۱۱۸۰ھ ہجری روز یکشنبہ اتمام رسید

دیوان قدرت

سائز ۱۰ × ۶ صفحات ۵۳ سطور (۹) خط نستعلیق سنہ تصنیف و کتابت ×

یہ مختصر دیوان شاہ قدرت دہلوی کا ہے جس میں صرف ۳۳ غزلیں ہیں جملہ اشعار کی تعداد ۲۵۷ ہوتی ہے خط نستعلیق ہے۔ اکثر غزلیں مختصر ہیں یا تو وہ اپنے معاصرین کی طول نویسی کے قائل معلوم نہیں ہوتے یا یہ ان کا مکمل دیوان نہیں بلکہ انتخاب ہے۔ بعض غزلوں میں دو سطری لکھے گئے ہیں اور جن مقامات پر دو سطری نہیں ہیں وہاں ایک سطر خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ چند غزلیں ایسی بھی ہیں کہ ان کے مقطع موجود نہیں۔ مثلاً ص ۵ پر ایک غزل ہے جس کا مطلع ہے ؎

بر سر جلوہ جو کل وہ بت ہرجائی تھا — سو جگہ چاک سر جیب شکیبائی تھا

اس میں صرف چار شعر ہیں اور مقطع نہیں ہے۔

مندرجہ ذیل غزلیں بھی مقطعات سے مبرا ہیں ؎

ہم پر ایام مصیبت آج پھر آنے لگا   یار گھر جانے لگا اے وائے گھر جانے لگا
تراجادہ یہ دل جلایا تو دیکھا   بلا سے پھکا گھر تماشا تو دیکھا ص۲
مدتوں سے رخنۂ دل یہاں تو مسدود تھا   اک ذرا کھولا تو دیکھا خانۂ پر درد تھا ص۱۱
بہ نہ مرہم سے ہووے داغ مرا   کون گل کر سکے چراغ مرا ص۱۳
دے چکے صیاد ہم تو تیرے بس میں بال و پر   یہاں تلک پھڑکے کہ سب جھڑ گئے قفس میں بال و پر ص۱۶
شمع، گل، شمشاد، اور جانانہ چاروں ایک ہیں   قمری اور میں، بلبل و پروانہ چاروں ایک ہیں ص۲۴
ابرو ترے کہتے ہیں کہ میں تیر دو سر ہوں ؟   عاشق کا یہ دعویٰ ہے کہ میں سینہ سپر ہوں ص۲۵
گلشن میں بھلا کس لئے پامالِ ہوس ہوں   شایانِ چمن ہوں نہ سزاوارِ قفس ہوں ص۲۸
غمزۂ شوخ ترا، دشمنِ دینداری ہے   چشمِ مخمور تری، آفتِ ہشیاری ہے ص۳۸
اشک اب آنے سے یہاں کچھ تھم رہے   لختِ دل مژگاں پہ شاید جم رہے ص۴۲
بس کہ اوٹھتے ہیں جگر سے شعلے   مشتعل ہیں مرے گھر سے شعلے ص۴۵

قدرت کا ایک قطعہ بہت مشہور ہے جسے مکمل یا منتخب تقریباً ہر تذکرہ نویس نے نقل کیا ہے۔ یہ قطعہ جس غزل میں شامل ہے میر حسن نے اس کی تعریف کی ہے ان کے الفاظ یہ ہیں" دیوانش بنظر نیامدہ مگر ہمیں غزل کہ مشہور عالم است با چند بیت دیگر بنگارش می آرد" (تذکرہ میر حسن ص۱۵۹) قطعہ مذکور اس شعر سے شروع ہوتا ہے ؎

کل ہوس اس طرح سے ترغیب دیتی تھی مجھے   کیا ہی ملک روم کیا ہی سرزمین روس ہے

میر حسن نے اپنے تذکرہ میں مصرع دوم کا قافیہ روس کے بدلے طوس لکھا ہے

اس دیوان میں ایک قطع اور بھی ہے ؎

کہا میں نے قاتل کو، قدرت کو ظالم   تری تیغ سے ہے جگر آزمائی
لگائی نہ ایسی کہ ہو کام اس کا   میں دیکھی تری بس ہنر آزمائی
سسکتا ہی چھوڑا اسے خاک و خوں میں   کہ تیغ ستم اور پر آزمائی
لگا کہنے، مت بول تو ذوق میرا   جدھر آزمائی تدھر آزمائی

دیوان قدرت میں تمام ردیفیں نہیں ہیں۔ الف کی (۴۲) ب کی ایک اور ت کی تین پنج شعری غزلوں کے بعد ر کی ردیف شروع ہو گئی ہے ث سے ذ تک تمام حروف نظر انداز ہو گئے ہیں۔ اسی طرح ز ۔ س ۔ ص ۔ ض ۔ ظ ۔ ع اور ہ کی

بھی کوئی غزل یا شعر موجود نہیں ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیوان قدرت کے ناقل سے بعض جگہ لغزشیں بھی ہوئی ہیں جیسے قدرت کی طرف منسوب کرنا ہمارے خیال میں قرینِ انصاف نہیں غزل ۸۹ میں ایک شعر ہے ؎

لذتِ اہلِ قفس، اہلِ قفس سے پوچھو　　قدر اس درد کی کیا جانے جو آزاد رہے

اس شعر کے پہلے مصرع میں اہلِ قفس کی تکرار کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی شاید لذتِ اہلِ قفس اصل کلام میں نہ ہو "لذتِ قیدِ قفس" ہو۔

کتابت کی بعض اور غلطیاں بھی ہیں مثلاً غزل ۸۸ کا پانچواں شعر ہے ؎

اگر برسیگا یوہیں متصل تمہ ابر مژگاں سے　　تو ڈوبیں گی اک پل میں یہ آنکھیں ایک عالم کو

پہلے مصرع میں مینہ کی جگہ تمہ تحریر کیا گیا ہے۔

غزل ۱۰۹ کے مطلع کا دوسرا مصرع کتابت کی غلطی سے ناقابلِ فہم بن گیا ہے ؎

دل میں اوس پیکاں کی شیرینی کا از بس شور ہے　　جو شبیکا ہے جگر پر خانۂ زنبور ہے (؟)

غزل ۱۲۱ کا مقطع ہے ؎

قدرت تو اس زمیں پر یاروں کی خاطر اب تو　　اک اور بھی غزل کہہ جو قوتِ بیاں ہے

لیکن "اس زمین پر اک اور غزل" کا مطلع سنئے۔ جس سے معلوم ہوگا کہ قدرت کے خیال میں "زمین" قافیہ و ردیف کا نام تھا اس میں بحر و وزن کو دخل نہیں تھا ؎

سرگشتہ ترے لئے جہاں ہے　　اے خانہ خراب تو کہاں ہے

قدرت کے اس دیوان کے بعض الفاظ و تراکیب ان کے زمانے کی زبان کا پتا دیتے ہیں۔ ایسے چند اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ؎

قتل قدرت کون پوچھے ہے جہاں ہو یہ اندھیر　　شمع بھی اوس کے مزار اوپر جو ہے خاموش ہے
ہمیں حسرت رہی منصور کے ذوقِ شہادت کی　　کہ توجہا سربلندی سامنے جیب اس کے دار آئی

اسی غزل میں یہ شعر بھی ہے ؎

جلایا مجھ کو داغِ عشق نے لیکن خدا جانے　　کہ خرمن کے لئے میرے کہاں سے یہ شرار آئی

شرار کو مونث لکھا ہے حالانکہ ذوق اور ناسخ کے اور ان کے بعد کے شعرا کے یہاں مذکر نظم ہوا ہے ؎

مگر لختِ جگر، اب سدِّ رہِ چشمِ تر ہیں گے　　کہ تا لو: مژہ الجھو نہیں آتے ذرا ڈھل کے
یہ دل آشوبِ محشر ساتھ ہے اس کے تعجب میں　　جہاں مدفوں ہو قدرت وہاں کی سو گز زمیں تھلکے

مرکب تن کو گرانجانی نے یاں ٹھٹکا رکھا — جنبشِ ہر دم وگرنہ اس کو ایک مہمیز ہے

چھڑک تو سودۂ الماس ہر گھڑی قدرت — کہ تا بہ نہوئے یہ زخمِ خدنگ، چھاتی پر

ہم پر ایّام مصیبت آج پھر آنے لگا — یار گھر جانے لگا اے وائے گھر جانے لگا

"ایام" یوم کی جمع ہے مگر اس شعر میں واحد نظم کیا ہے ؎

داغ عاشق جی پہ کھٹکے ہے سدا معشوق کے — شمع کا دل جانتا ہے سوزِ پروانے کی قدر

یہ شعر جس غزل کا ہے اس کی ردیف "کی قدر" اور "جانے" قافیہ ہے۔ ظاہر ہے کہ اضافت کی حالت میں "سوزِ پروانہ" کو "سوزِ پروانے" نہیں بنایا جا سکتا مگر قدرت نے اسے جائز سمجھا ہے۔

ایسا ہی استعمال ایک اور مقام پر ہے "جانے میں جاتا ہوں اور آنے میں جاتا ہوں" اس ردیف قافیہ کی غزل میں یہ شعر بھی ہے ؎

بھڑک اٹھتا ہے سینے میں چراغِ داغِ محرومی — میں تیرہ روز جس شب بزم پروانے میں جاتا ہوں

سقوط حروف صحیح کی مثالیں بھی اس مخطوطے میں کہیں کہیں ملتی ہیں مثلاً غزل ۱۱ کا پیش مقطع ہے ؎

جی میں صبر ہے نہ اوس میں بوسئہ وفا — حسبِ دل خواہ کس طرح گزرے

پہلے مصرع میں (ر اور ہ) میں سے ایک حرف ساقط ہے۔

قدرت کے کلام میں بعض الفاظ ایسے بھی نظر آتے ہیں جو آج کل کے قارئین کو شاید اجنبی معلوم ہوں۔ نیچے لکھے ہوئے شعروں کے خط کشیدہ الفاظ اسی قبیل میں داخل ہیں ؎

ہر خار و گل و دشت میں دل کھول کے روئے — جوں ابر جدھر گزرے بمژگان نمیں ہم

یا حکم ذبح کیجئے یا دیجئے نجات — تاکہ شکنج دام میں، میں ناتواں رہوں

تا نہ ہو تجھ سا رکے قاتل سے کوئی آشنا — نقش قدرت کی پیارے لائقِ تشہیر ہے

یہاں جی پہ آ بنی ہے نامہ کے پہنچتے ہی — جب لگ پھرے کبوتر، پرواز رنگ رو ہے

لب بلب لاگے اگر سینہ پہ تیرا زخم تیغ — آرزومندوں کو یہ بہر دعا محراب ہے

جب پہنچ چکا قافلہ منزل پہ ہوئی شام — اے وائے میں تب منتظر بانگ جرس ہوں

نہ کعبہ میں تسلی ہو نہ بتخانے میں چین آوے — کہاں اس کو پر جاویں اب اے شیخ و برہمن ہم

"کیا" جو "کیسا" اور "کس قدر اچھا" کے معنی میں آتش کے اس مقطع میں آیا ہے ؎

گر مدعی حسد سے نہ دے داد تو نہ دے — آتش غزل یہ تو نے لکھی عاشقانہ کیا ؟

غالباً سب سے پہلے قدرت نے استعمال کیا ہے۔ ان کا ایک مقطع ہے ؎

تڑپھوں ہوں خاک و خوں میں پڑا جس کے وار سے — قدرت میں کیا کہوں کہ وہ کیا شہسوار تھا

کھڑے تھے آکے اس در پر سمجھ کر اپنا مامن ہم — اگر تو بھی نہیں راضی تو جاویں آہ کس کن ہم

قدرت کے بعض اشعار نے اچھی خاصی مقبولیت حاصل کی ہے خصوصاً یہ دو شعر اکثر دیکھنے میں آتے ہیں ؎

حسرت اے صبحِ چمن ہم سے چمن چھوٹے ہے — مژدہ اے شامِ غریبی کہ وطن چھوٹے ہے

سینہ اس کا ہے دل اس کا ہے جگر اس کا ہے — تیرِ بیداد جدھر رُخ کرے گھر اُس کا ہے

قدرت کے اشعار میں بعض تذکرہ نویسیوں نے ترمیمیں بھی کی ہیں مثلاً گلشن ہند میں ان کا ایک مطلع ہے ؎

ٹوٹی کمند، بخت کا وہ زور رہ گیا — جب بامِ دوست ہاتھ سے کچھ دور رہ گیا

لیکن زیرِ نظر مخطوطہ میں یہ مقطع ہے اور اس طرح تبدیل کر کے لکھا گیا ہے ؎

قدرت تو دیکھ ٹوٹی ہے جا کر کہاں کمند — جب بامِ دوست ہاتھ سے کچھ دور رہ گیا

ہو سکتا ہے کہ یہ ترمیم خود قدرت نے کی ہو مندرجہ بالا مطلع کی ساخت جس میں زور کو' دور کا قافیہ کیا گیا ہے۔ ان کے اوائل شاعری کی نشان دہی کرتی ہے۔ اس مضمون کو بعد کے کسی شاعر نے کسی قدر صفائی اور بندش کی چستی کے ساتھ اپنا لیا ہے ؎

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند — دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

اس قسم کی ترمیمیں قدرت کے اور اشعار میں بھی ہیں جن کی تفصیل فرصت کی محتاج ہے۔

مصنف کے حالات :- قدرت کا نام قدرت اللہ تھا وہ عام طور پر شاہ قدرت کہلاتے تھے۔ وہ بنی عباس میں سے تھے اور دہلی میں پیدا ہوئے تھے۔ بزم سخن میں انہیں از خویشاں مولانا عبدالعزیز دہلوی لکھا ہے لیکن مجموعہ نغز اور عمدہ منتخبہ میں شاہ عبدالعزیز شکر بار کی اولاد میں ظاہر کیا گیا ہے جن کا مزار کوشک کے پاس واقع ہے۔ شعر گوئی کی ابتدا میں اپنے چچازاد بھائی میر شمس الدین فقیر سے اصلاح لی۔ اور آخر میں مرزا جان جاناں مظہر سے متوسل ہوئے۔ بعض تذکرہ نگاروں نے جن میں مولوی عبدالغفور خاں نساخ اور نواب علی حسن خاں بھی شامل ہیں۔ انہیں مرزا جعفر علی حسرت کا شاگرد بھی لکھا ہے۔ مجموعہ نغز اور عمدہ منتخبہ دونوں میں شمس الدین فقیر کو انکا برادر عمزاد کہا گیا ہے لیکن مولوی کریم الدین نے خدا جانے کس طرح لکھ مارا ہے کہ میر شمس الدین فقیر اس کا بیٹا۔ جیسے حدائق البلاغت لکھی ہے (تذکرہ کریم الدین صـ ۱۶۳)

جب افاغنہ ابدالی کی بدولت دہلی میں پریشان حالی کا دور دورہ ہوا تو دوسرے اہل علم کی طرح یہ بھی وطن چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور دہلی سے نکل کر پہلے لکھنؤ پہنچے اس وقت میر حسن بھی لکھنؤ میں موجود تھے چنانچہ میر حسن اپنے تذکرۂ شعرا میں لکھتے ہیں۔ کہ بندہ وے را یک بار مشاعرہ بہ لکھنؤ دیدہ ام۔ لیکن (۱۱۸۸ھ ۱۱۹۲ھ) کے دوران وہ مرشد آباد جا چکے تھے (تذکرہ میر حسن) یہی وجہ ہے کہ مصحفی جو ۱۱۹۵ھ میں دہلی سے لکھنؤ گئے تھے قدرت سے ملاقات نہ کر سکے تھے۔ وہ اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں " اما فقیر او را ندیدہ " تذکرہ ہندی صـ ۱۷۱

مرشدآباد میں وہ نواب دلاور جنگ ابن مظفر جنگ کے ملازم رہے (روز روشن ص۵۵۲) مرزا علی لطف کا بیان ہے کہ قدرت نے شاید ۱۲۰۵ھ میں بمقام مرشدآباد وفات پائی صاحب بزم سخن نے بھی اسی قول کو مستند خیال کرکے سنہ وفات ۱۲۰۵ھ بتایا ہے اور سخن شعرا کے مصنف کا خیال بھی یہی ہے۔ قدرت بڑے اچھے کہنے والے تھے تمام تذکرہ نویس ان کی خوشگوئی اور قدرت شاعرانہ کے قائل ہیں۔

مصحفی کہتے ہیں "شخص کہنہ مشق و باقوت وقدرت است" (ہندی ص۱۷۷)

مظفر حسین صبا کا بیان ہے "درنظم فارسی واردو مہارتے نیکو داشت (روز روشن ص۵۵۲)

علی ابراہیم خاں کہتے ہیں۔ "درنظم ریختہ اقتدار وشستگی وبرشتگی کلام بسیار دارد وشعر فارسی بدرستی میگوید (گلزار ابراہیم)

میر حسن یوں تعریف کرتے ہیں "سمند نظمش درمیدان فارسی وہندی چالاک وچست وتصویر بے نظیر معانیش در "استخوان بندی الفاظ درست" (تذکرہ میر حسن ص۱۵۹)

شاہ قدرت کے چند شاگرد بھی تھے۔ ان کے ایک شاگرد کا ذکر مرتب تذکرہ مخطوطات ادارہ ادبیات اردو نے یادگار شعرا کے حوالے سے کیا ہے جن کا نام قربان علی خاں ولد میر محمد قاسم خاں تھا اور قربان تخلص کرتے تھے (جلد سوم ص۳۵۵) اس کتاب میں ان کے ایک سلام اور دو نوحوں کا ذکر کیا گیا ہے جو ادارے کے کتب خانے میں بصورت بیاض موجود ہیں۔ لیکن ہمارے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ جو زبان ان میں استعمال کی گئی ہے وہ خالص دکنی ہے نوحہ کا ایک بند ہے ؎

قرباں ہو شہاں پر یو منقبت کیا ہے — زاری یو مرثیہ سن سب شش جہت کیا ہے
تجکوں یو فقر بانی حق مرحمت کیا ہے — تعظیم ہر نے کرنے سب انجمن اٹھے گی

چوتھے مصرع میں "نے" "سے" کے بدلے آیا ہے یہ قدرت سے بہت پہلے کی زبان کا لفظ ہے۔

آغاز۔ دیوانِ قدرت کا آغاز اس غزل سے ہوتا ہے ؎

بیتابیوں سے یہ دل بیتاب رہ گیا — اپنی طپش میں جل کے یہ سیماب رہ گیا
دامن سے اس کے جتنے تھے گستاخ لگ چلے — میں تیرہ روز از روئے آداب رہ گیا
ہمچھانہ ہائے دولتِ بیدار کی میں قدر — خوابیدہ بخت تھا، گردِ خواب رہ گیا
آنسو تھمیں ہیں پر نہیں سوکھی ہے چشم تر — دریا اتر گیا یہ یہ گرداب رہ گیا
قدرت نشاں اوس دل از خود رسیدہ کا — نوکِ مژہ پہ قطرۂ خوں ناب رہ گیا

غزلوں کے اختتام پر چار مخمسات ہیں جو حافظ شیرازی کی غزلوں پر لکھے گئے ہیں۔

پہلے مخمس کا مطلع یہ ہے اس میں پانچ بند ہیں ؎

ملّا تو یہ کہتا ہے ہے درسِ کتاب اولیٰ — اور شیخ سنا دے ہے آئینِ صواب اولیٰ

پر میں یہ سمجھتا ہوں دونوں کو جواب اولیٰ ‏‏‏‏ ‏ این خرقہ کہ (من) دارم دردہن شراب اولیٰ

دیں دفتر بے معنی غرق مے ناب اولیٰ

دوسرے مخمس کا مطلع یہ ہے اس میں ۸ بند ہیں ؎

نالے کو دوں اجازت گر میں ستم کا مارا ‏ پانی سے ہو کے پتلا بہہ جاوے سنگ خارا

بس تاب ضبط تا کے، غم کا نہیں کنارا ‏ دل زدستم، صاحبدلاں خدارا

دردا کہ راز پنہاں خواہد شد آشکارا

تیسرے مخمس میں ۷ بند ہیں اس کا مطلع یہ ہے ؎

ڈھونڈوں میں تجھے کیدھر اے شاہد ہرجائی ‏ تیر غم فرقت میں میری تو اجل آئی (؟)

نے صبر مرے دل میں نے جی میں شکیبائی ‏ اے بادشہ خوباں، داد از غم تنہائی

دل بے تو بجاں آمد وقت است کہ باز آئی

چوتھے مخمس میں بھی ۷ بند ہیں اس کا مطلع یہ ہے ؎

غم سے ہیں دست و گریباں الغیاث ‏ تو بھی نہیں پوچھے ہے جاناں الغیاث

الغیاث اے ہمنشیناں الغیاث ‏ درد مارا نیست درماں الغیاث

ہجر مارا نیست پایاں الغیاث

اسی چوتھے مخمس کے چھٹے بند پر دیوان قدرت ختم ہو گیا ہے

میرے دامن پر ہے جیب پیرہن ‏ گھر تو قدرت ہو گیا دار المحن

جس جگہ جاتا ہوں پیش مرد و زن ‏ ہمچو حافظ روز و شب بے خوشتین (؟)

گشتہ ام گریاں و سوزاں الغیاث

کوئی ترقیمہ موجود نہیں ہے۔ صرف "تمام شد" لکھا ہوا ہے۔

انجمن ترقی اردو پاکستان کی نئی کتابیں

قاموس الکتب	(جلد اول) مذہبیات سے متعلق مطبوعہ اور غیر مطبوعہ اُردو کتابوں کی مکمل فہرست صفحات (۱۴۰۰) سائز ۲۲×۲۲/۸ قیمت ۴۰ روپے
داستان زبان اُردو	ڈاکٹر شوکت سبزواری ۔ قیمت ۵ روپے
جیتا جاگتا	اندلس کے مشہور فلسفی ابن طفیل کی تصنیف "حییٌ بن یقظان" کا ترجمہ از ڈاکٹر محمد یوسف ۔ قیمت تین روپے ۵۰ پیسے
ملا نصرتی	ملک الشعرا بیجاپور ۔ قیمت ۵ روپے
اُردو تنقید ارتقاع	ڈاکٹر عبادت بریلوی ۔ قیمت سات روپے
مہ و انجم	مارٹن ڈیوڈسن کی کتاب کا ترجمہ از نثار الحق صدیقی قیمت چار روپے پچاس پیسے
خیالات عزیز	عزیز مرزا کے مضامین کا مجموعہ ۔ قیمت ۴ روپے ۵۰ پیسے
رتن ناتھ سرشار کی ناول نگاری	ڈاکٹر لطیف حسین ادیب ۔ قیمت چھ روپے ۵۰ پیسے
قدیم اُردو	بابائے اُردو ۔ قیمت ۵ روپے پچاس پیسے
مضامین سلیم	(تین جلدوں میں) وحید الدین سلیم کے نایاب مضامین کا مجموعہ مرتبہ مولوی محمد اسماعیل پانی پتی ۔ مکمل سیٹ کی قیمت بارہ روپے ۵۰ پیسے
رومیو جولیٹ	شیکسپیئر کے ڈرامے کا منظوم ترجمہ از عزیز احمد ۔ قیمت ۵ روپے
فاؤسٹ	گوئٹے کا شاہ کار کا منظوم ترجمہ :۔ از مولوی عبد القیوم باقی (مرحوم) قیمت ۵ روپے
داس کیپٹال	(حصہ اول) کارل مارکس کی عہد آفرین کتاب کا ترجمہ از سید محمد تقی قیمت ۷/۵۰
فن شاعری	ارسطو کی بوطیقا کا ترجمہ مع حواشی از عزیز احمد قیمت ۲ روپے ۵۰ پیسے
اردو تھیٹر	(جلد اول) ڈاکٹر عبد الحلیم نامی ۔ قیمت سات روپے
" "	(جلد دوئم) " " " "
" "	(جلد سوئم) " " " "
مرحوم دہلی کالج	بابائے اُردو ۔ قیمت چار روپے

نئے خزانے

دسمبر ۷۲ء کے اردو اخبارات و رسائل میں شائع شدہ مضامین کا وضاحتی

اشاریہ

مرتبہ

سید ابن حسن قیصر ایم - اے - زاہدہ خاتون

کتابیات - کتب خانے اور صحافت	سیاسیات	اردو ناول و افسانہ
فلسفہ	تجارت اور سماجی بہبود	اردو انشائیہ اور مکاتیب
مذہب	تعلیم اور تربیت	اقبالیات
اسلام	رسم و رواج اور لوک کہانیاں	بابائے اردو
قرآن اور حدیث	اردو لسانیات	ادب - پنجابی، فارسی اور عربی
فقہ	سائنس	سفرنامے اور جغرافیہ
کلام	فنون مفیدہ	سوانح
تصوف - اخلاق اور فرقے	فنون لطیفہ	قائد اعظم
خیر القرون	ادب	تاریخ - برطانیہ، اندلس، البانیہ
خلفائے راشدین و صحابہ	اردو رسائل	ہندوستان، پاکستان، مسئلہ کشمیر، ایران،
اسلام کی تاریخ	مشاعرے	مصر اور الجزائر
سماجیات	اردو شاعری - تاریخ و تنقید	تبصرے

اس وضاحتی فہرست میں دسمبر ۶۲ء میں شائع شدہ، حسب ذیل اخبارات و رسائل کے مضامین شامل ہیں

الشجاع	کراچی	استقلال	لاہور	البلاغ	بمبئی
بینات	کراچی	ترجمان القرآن	لاہور	ساز	کلکتہ
جام نو	کراچی	ثقافت	لاہور	سب رس	حیدرآباد دکن
خاتون پاکستان	کراچی	سیارہ	لاہور	شاعر	بمبئی
ساقی	کراچی	نصرت	لاہور	فروغ اردو	لکھنؤ
فاران	کراچی	شاداب	پیشاور	کتاب	لکھنؤ
قومی زبان (اشاعت یکم اکتوبر تا		آج کل	دہلی	نگارش	امرتسر
۱۶ دسمبر)	کراچی	برہان	دہلی	راوی	پٹنہ
کتابی دنیا	کراچی	تلاش تحریک	دہلی	اقسام	لاہور
ماہ نو	کراچی	جامع	دہلی	چٹان	لاہور
نگار پاکستان	کراچی	جوار بھاٹا	دہلی	شہاب	لاہور
نقش	کراچی	رہنمائے تعلیم	دہلی	قندیل	لاہور
ہم قلم	کراچی	کتاب نما	دہلی		
ادب لطیف	لاہور	ادب	علی گڑھ		

اخبارات

لاہور - لاہور	لیل و نہار - لاہور	صدق جدید - لکھنؤ	ملاپ - حیدرآباد دکن	ہماری زبان - علی گڑھ
انجام - کراچی	جنگ - کراچی	حریت - کراچی	امروز - کراچی	نوائے وقت - لاہور

کتابیات

خان عارف برنی	مجلس آداب کتاب	امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
خان عارف برنی	کتابی میلے مغرب اور مشرق میں	امروز لاہور ۳ دسمبر ۱۹۶۲ء
رفعت جاوید	آنکھیں میری جلوہ اُن کا (قومی مرکز کتب کے زیر اہتمام کتابوں کی نمائش)	ماہ نو کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء
کوہن، ایم	کتابوں کی تیاری اور تقسیم — زمانۂ قدیم میں	امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
——	دنیا میں شائع ہونیوالی کتابوں کے اعداد وشمار	امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
جمیل زبیری۔ (مترجم)	غیر ممالک میں روسی کتابوں کی اشاعت (تلخیص وترجمہ)	امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
لیوکوجن	قدیم چین میں کتابوں کی تیاری مترجمہ حیدر علی	امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
عبدالقادری المغربی	نادر عربی کتابیں کیسے ضائع ہوئیں مترجمہ عبدالصمد صارم	امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
محمد مصطفٰی	تصنیف وتالیف متحدہ عرب جمہوریہ میں	امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
ظہیر جاوید	اردو کتابوں کی اشاعت کا علمبردار — منشی نولکشور	امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
عبدالواحد	اردو تراجم اور ادارۂ مطبوعات فرینکلن	امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
وحید، اے	جدید معاشرہ میں کتابوں کی اہمیت	امروز لاہور یکم دسمبر ۱۹۶۲ء
——	۱۹۶۲ء کی مطبوعات (پاکستان۔ اردو)	قومی زبان کراچی یکم اکتوبر تا ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء
قیصر ابن حسن اور زاہدہ خاتون	نئے خزانے (جولائی ۱۹۶۲ء کے اردو اخبارات اور رسائل کے مضامین کا اشاریہ)	قومی زبان کراچی یکم اکتوبر تا ۱۰ دسمبر ۱۹۶۲ء
کریل، ایم	دنیا کی مشہور لائبریری (باڈلین)	انجام کراچی ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء
بیدار، عابد رضا	رضا لائبریری (رامپور)	کتابی دنیا کراچی۔ دسمبر ۱۹۶۲ء
احمد خواجہ	اخبار اور کردار	قندیل لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء
ضیاالحسن موسوی	صحافت اور اس کا مقصد	حریت کراچی۔ ۱۹ دسمبر ۱۹۶۲ء
خورشید، عبدالسلام	لاہور کی صحافت۔ ایک صدی پہلے	استقلال لاہور دسمبر ۱۹۶۲ء
حسن ریاض	اردو صحافت۔ ماضی۔ حال	حریت کراچی ۳ دسمبر ۱۹۶۲ء
خورشید، عبدالسلام	ظفر علی خاں کی صحافت	

شہاب لاہور ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء

ارشد، بشیر احمد — ظفر علی خاں اور انگریز (صحافت)
جنگ کراچی ۳ دسمبر ۱۹۶۲ء

خورشید، عبدالسلام — قائداعظم اور اسلامی صحافت (ہندوستان)
امروز لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۶۲ء

جوہر ٹونکی — تین پرانے اخبارات (مظہر العجائب رنگون صادق الاخبار دہلی اور خیرخواہ خلائق
فروغ اردو لکھنؤ - دسمبر ۱۹۶۲ء

فلسفہ

حقانی، عباس محمود — قبل مسیح کی فکری زندگی اردو ترجمہ از منہاج الدین اصلاحی
نصرت لاہور دسمبر ۱۹۶۲ء

بسرا، ریاض قمر — حقیقت کی تلاش
قندیل لاہور ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء

عبدالحق — وجودیات اور آزادی
تلاش نہی دہلی دسمبر ۱۹۶۲ء

عبد، عبدالرحمٰن — ہماری دنیا کا زماں اور مکان
لیل و نہار لاہور ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

عزیزالرحمٰن — کیا حاصل تقدیر "تقدیر اصل سے کم نہیں"
اقدام لاہور ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

حشر، ظفر اقبال — روح کی سائنس
جنگ کراچی ۱۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

رضا علی عابدی — جدید سائنس نے روحوں کا وجود تسلیم کرلیا
حریت کراچی ۱۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

اسلم، ایم — حیات روح (قسط ۵)
ہمدرد صحت کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء

عاشق حسین بٹالوی — جنہیں قسمت نے ٹھکرایا اور معاشرے نے اپنایا - (اپاہج اور معذور)
نوائے وقت لاہور ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

عارف، فضل الٰہی — میں (غرور اور خود پسندی)
قندیل لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۲ء

منظور احمد — ٹیڈی ازم - اور اس کا سیاق و سباق
لاہور ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء

عزیزالرحمٰن — انسان اور تجربات (پامسٹری)
جنگ کراچی ۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

عزیزالرحمٰن — زندگی اور غلط فہمی (پامسٹری)
جنگ کراچی ۱۳ دسمبر ۱۹۶۲ء

عزیزالرحمٰن — ہاتھ اور زندگی
جنگ کراچی ۳ دسمبر ۱۹۶۲ء

میر بشیر — آپ اور آپ کا ہاتھ
جنگ کراچی ۲۴ دسمبر ۱۹۶۲ء

— علم پامسٹری - دست شناسی
انجام کراچی ۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

محمد احسن فاروقی — طوطے کی فال ؟
ساقی کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء

سعیدہ طاہرہ صدیقی — بچے کا غصہ
رہنمائے تعلیم دہلی دسمبر ۱۹۶۲ء

رضا محمد عارف — اندھی تقلید
قندیل لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۲ء

ایم - اسلم — عشق اول عشق آخر
خاتون پاکستان کراچی - نومبر دسمبر ۶۲ء

رضا، محمد عارف — انسانی اصلاح کے چند نفسیاتی اصول
قندیل لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء

چودھری محمد شفیع — کامیابی کا راز
استقلال لاہور دسمبر ۶۲ء

اکرم طاہر — فیلسوف عرب ــ الکندی
لیل و نہار لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء

مذہب

اسمتھ، ولفرڈ کینٹ ول — مذہب کا تقابلی مطالعہ کیوں اور کس طرح مترجمہ بعیار زالدین رفعت و ابو النصر محمد خالدی (۳)
برہان دہلی دسمبر ۶۲ء

نذیر احمد بخاری — مذہب کا سماجی کردار
امروز لاہور ۲۸ دسمبر ۶۲ء

محمد سعید — انجیل برنباس
شہاب لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء

اسلام

ابو الاعلیٰ مودودی — اسلام کا معاشرتی نظام
جنگ کراچی ۲۱ دسمبر ۶۲ء

شرافت علی مجددی — تاریخ سیاسیات اسلامی
حریت کراچی ۱۴ و ۲۲ دسمبر ۶۲ء

اکرم طاہر — معاشی جدوجہد - اسلام کی نظر میں
امروز لاہور ۲۱ دسمبر ۶۲ء

خورشید بیگم — اسلام کے احسانات عورت پر
شاداب پشاور ۱ و ۱۵ دسمبر ۶۲ء

مسلم، محمد بخش — دولت مشترکہ اسلام
اقدام لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء

ظہور احمد — مدرسہ تعلیم الدین جلال پور جٹاں
شہاب لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء

قرآن اور حدیث

سجاد میرٹھی، زین العابدین — قاموس القرآن
صدق جدید لکھنؤ ۱۸ جنوری ۶۳ء

ابو الاعلیٰ مودودی — سورۂ یٰسین
ترجمان القرآن لاہور دسمبر ۶۲ء

محمد شفیع — معارف القرآن (تفسیر سورہ انعام رکوع ۸، آیات ۶۵ - ۸۹)
شہاب لاہور ۲ ر ۹ ر ۱۶ ر ۲۳ ر ۳۰ دسمبر ۶۲ء

نیر، سید معراج — محمدؐ کا نقیب، مریم کا لخت جگر (حضرت عیسیٰ علیہ السلام)
امروز لاہور ۲۵ نومبر دسمبر ۶۲ء

ابو الاعلیٰ مودودی — انکار سنت کا تاریخی پس منظر
انجام کراچی ۲۵ دسمبر ۶۲ء

مودود احمد صابری — مقام حدیث
جنگ کراچی ۲۱ دسمبر ۶۲ء

تقی الدین — امام ابوداؤد اور ان کے سنن کی خصوصیات
برہان دہلی دسمبر ۶۲ء

فقہ

عبد الوہاب — اسرار حج (۲)

البلاغ بمبئی دسمبر ۶۲ء

محمد تقی — تجارتی سود - عقل اور شرع کی روشنی میں !
فاران کراچی دسمبر ۶۲ء

آثم محمد اکرم — رشتہ ازدواج کی حفاظت اور پردہ
شہاب لاہور ۹ دسمبر ۶۲ء

خالدہ ادیب خانم — عورت کا تقدس اور آزادی (اسلام میں)
قندیل لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء

احمد زرقا — اسلامی سزاؤں کا پس منظر، ترجمہ فاتح قائد آبادی
امروز لاہور ۱۴ دسمبر ۶۲ء

ابو یحیی امام خاں — اسلام کی اساس حکومت
امروز لاہور ۷ و ۱۴ دسمبر ۶۲ء

کلام

محمد یوسف — توحید اور اس کے چند پہلو
ثقافت لاہور دسمبر ۶۲ء

ولی الدین — وجود باری ذہنی ارتقا کی ایجاد
صدق لکھنؤ ۲۸ دسمبر ۶۲ء

سید سلیمان ندوی — شک اور اس کے اسباب
چٹان لاہور ۳۱ دسمبر ۶۲ء

عبدالحمید صدیقی — نبوت کی ضرورت
ترجمان القرآن لاہور دسمبر ۶۲ء

سید سلیمان ندوی — نبی کی بشریت
چٹان لاہور ۱۷ دسمبر ۶۲ء

ابو الاعلیٰ مودودی — معراج النبی کا پس منظر اور پیغام
حریت کراچی ۲۵ جنوری ۶۳ء

امام خاں نوشہروی — حدیث معراج
امروز لاہور ۲۴ دسمبر ۶۲ء

سلیم تابانی — معراج النبی صلعم
امروز لاہور ۲۴ دسمبر ۶۲ء

عبدالوکیل — معراج
جنگ کراچی ۲۵ دسمبر ۶۲ء

محمد حسین — معراج کی رات
نوائے وقت لاہور ۲۴ دسمبر ۶۲ء

مصطفےٰ کامل - اے — اسلامی تاریخ میں واقعہ معراج کی اہمیت
امروز لاہور ۲۴ دسمبر ۶۲ء

نعیم الدین مراد آبادی — شب معراج
انجام کراچی ۲۵ دسمبر ۶۲ء

محمد صادق سیالکوٹیؒ — ایمان توحید کے آئینہ میں
چٹان لاہور ۱۳ دسمبر ۶۲ء

عبدالسلام فاروقی — مسئلہ غیب کی تحقیق اور تشریح
چٹان لاہور ۱۰ دسمبر ۶۲ء

ابن عبدالبرؒ — مناظرہ و مجادلہ ترجمہ ملیح آبادی
چٹان لاہور ۳ دسمبر ۶۲ء

— — تاریخ و واقعات کی روشنی میں اختلاف عقائد اور وسعت قلب
چٹان لاہور ۳ دسمبر ۶۲ء

تصوف - اخلاق اور فرقے

شاہد حسین رزاقی — پیری مریدی سرسید کی نظر میں
ثقافت لاہور دسمبر ۶۲ء

ولی حسن ٹونکی — عائلی قوانین
بنیات کراچی — دسمبر ۶۲ء

خورشید احمد — اسلامی معاشرہ میں منصوبہ بندی
سیارہ لاہور — دسمبر ۶۲ء

ولی الدین — شمامیہ ۔ کے عقائد و نظریات
لاہور — ۳۱ دسمبر ۶۲ء

خیر القرون

محمد احمد — اخلاق النبیؐ
بنیات کراچی — دسمبر ۶۲ء

انیس الرحمٰن — رسولؐ اور سرمائے کی مساوی تقسیم
جنگ کراچی — ۲۵ دسمبر ۶۲ء

نثار احمد — غار حرا تک
حریت کراچی — ۲۹ دسمبر ۶۲ء

— — حق و باطل کے درمیان پہلا فیصلہ کن معرکہ ۔ جنگ بدر
انجام کراچی — ۲۵ دسمبر ۶۲ء

محمد جعفر پھلواری — غزوۂ خیبر
لاہور — ۳ دسمبر ۶۲ء

خلفائے راشدین و صحابہ

مشیر مخدومی — صدیق اکبرؓ
لاہور — ۳۱ دسمبر ۶۲ء

خورشید احمد فاروق — حضرت عثمانؓ کے سرکاری خطوط
برہان دہلی — دسمبر ۶۲ء

نور الحسن بخاری — ذی النورینؓ
لاہور — ۲۴ دسمبر ۶۲ء

عبد اللہ الاثری — امیر المومنین حضرت علیؓ
امروز لاہور — ۷ دسمبر ۶۲ء

صالح محمد صدیق — حضرت ابوذر غفاریؓ (۳)
نوائے وقت لاہور — ۷ و ۱۴ و ۲۱ دسمبر ۶۲ء

کامل، محمد وارث (مرحوم) — سعدؓ بن عبادہ
چٹان لاہور — ۳۱ دسمبر ۶۲ء

کامل، محمد وارث (مرحوم) — عبادہؓ بن صامت
چٹان لاہور — ۳ و ۱۰ دسمبر ۶۲ء

کامل، محمد وارث (مرحوم) — عبد اللہؓ بن رواحہ
چٹان لاہور — ۱۰ و ۱۷ دسمبر ۶۲ء

کامل، محمد وارث (مرحوم) — قتادہ بن نعمانؓ
چٹان لاہور — ۲۴ دسمبر ۶۲ء

اسلام کی تاریخ

محمد نعمان — ہم کیا تھے کیا ہوئے اور اب کیا بن گئے (مسلمانان ہندوستان اور پاکستان)
حریت کراچی — ۳ دسمبر ۶۲ء

خلیل حامدی — الجزائر میں اسلام کا مستقبل
ترجمان القرآن لاہور — دسمبر ۶۲ء

سماجیات

تاجور سامری — سماجی زندگی میں مطالعے اور تجربے کی اہمیت
جوار بھاٹا دہلی — دسمبر ۶۲ء

حنیف رامے — صف آرائی امن اور ہم ۔ پاکستان ہندوستان ۔ چین ۔ امریکہ
نصرت لاہور — دسمبر ۶۲ء

امروہوی — تہذیب نو اور انسانی قدریں

اقدام لاہور ۹ دسمبر ۷۲ء

وقار عظیم — قومی زندگی میں علاقائی ثقافت کا مقام
انجام کراچی ۳۱ دسمبر ۷۲ء

ممتاز لیاقت — استحکامِ پاکستان اور متحدہ قومیت
اقدام لاہور ۱۶ دسمبر ۷۲ء

طاہرہ خانم — معاشرہ اور بچے
لیل و نہار لاہور ۲ دسمبر ۷۲ء

سیاسیات

محمد تحسین صدیقی — سیاست نامہ اور اس کا مصنف
ادیب علی گڑھ دسمبر ۷۲ء

مستلم، محمد بخش — نہرو ازم (بھارت کی جنگی پالیسی)
اقدام لاہور ۲ دسمبر ۷۲ء

— — پارلیمانی جمہوریت اور اس کے لوازم
انجام کراچی ۳ دسمبر ۷۲ء

مسکین حجازی — ایک قیمتی جنس۔ جس کی پیداوار میں پاکستان کو اجارہ داری کا مقام حاصل ہے
(انتشار)
شہاب لاہور ۱۶ دسمبر ۷۲ء

ممتاز، افضل الرحمٰن — جنوب مشرقی ایشیا میں بردہ فروشی
حریت کراچی ۱۱ دسمبر ۷۲ء

حامد مجید — امریکہ برطانیہ اور بھارت کا اتحاد تیسرے عالمگیر فساد کی بنیاد ہے۔
اقدام لاہور ۹ دسمبر ۷۲ء

محمود فاروقی — انگریزوں سے عربوں کی نفرت کے اسباب
حریت کراچی ۲۰ دسمبر ۷۲ء

عبدالحمید غازی — ناگالینڈ، در بھارتی موقف
لاہور ۳۱ دسمبر ۷۲ء

چندر گپت — ہندوستانی تاریخ میں فرقہ وارانہ زہر
مترجمہ شیام سروپ شرما
جامعہ دہلی دسمبر ۷۲ء

ظہور عالم شہید — سرحد میں مسلم لیگ کی تحریک سول نافرمانی۔
نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۷۲ء

تجارت اور سماجی بہبود

گوہر، عبدالخالق — یورپی مشترکہ منڈی اور اس کا ردِ عمل
اقدام لاہور ۲ دسمبر ۷۲ء

ضیاء الحسن موسوی — چڑھتے سورج کے سائے میں (جاپان کی صنعتی ترقی)
حریت کراچی ۲۰ دسمبر ۷۲ء

مشان کلیمی — پاکستان میں صلیب اور ہلال (ریڈ کراس سوسائٹی کا نشان)
حریت کراچی ۲۳ دسمبر ۷۲ء

عاشق حسین بٹالوی — نابینا لوگوں کی مدد کا ایک ادارہ (لندن)
لیل و نہار لاہور ۱۶ دسمبر ۷۲ء

تعلیم و تربیت

اسرار احمد بہاروی — فلسفۂ تعلیم
سیارہ لاہور دسمبر ۷۲ء

صادق ندیم — امام غزالی اور ان کے تعلیمی نظریات
لیل و نہار لاہور ۲ دسمبر ۷۲ء

گلزار احمد — ابن خلدون اور ان کا نظریۂ تعلیم

لیل و نہار لاہور ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء

ساجد علی — مولوی عبدالحق اور تعلیمات
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

— نظام تعلیم۔ خلفائے عباسیہ کے عہد میں
انجام کراچی ۱۸ دسمبر ۱۹۶۲ء

فروغ علوی — ہمارا تعلیمی نظام
جنگ کراچی ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء

غلام حسین — تاریخ اورینٹل کالج (مسلسل)
اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست ۱۹۶۲ء

— جناح کالج۔ کراچی کی ایک درسگاہ
انجام کراچی ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء

— بہادر یار جنگ سیکنڈری اسکول کراچی
انجام کراچی یکم دسمبر ۱۹۶۲ء

رسم و رواج اور لوک کہانیاں وغیرہ

آسیہ — مرد دوسری شادی کیوں کرتے ہیں
امروز لاہور ۲۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

فاطمہ نقوی، ایچ — عورت اور اس کا نصب العین
حریت کراچی ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء

رضا علی عابدی — بارہ سو سال پرانی عورت
حریت کراچی ۲۴ جنوری ۱۹۶۲ء

— ترک خواتین
حریت کراچی ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

خلوت محی الدین — پاکستان کے لوک گیت
استقلال کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء

عبدالمجید بھٹی — جل ترنگ (پنجابی کہاوتیں)
استقلال لاہور دسمبر ۱۹۶۲ء

بروہی، ایم۔ آئی — بلوچی لوریاں
جنگ کراچی ۱۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

اردو لسانیات

زور، محی الدین قادری — یہ جو اردو زبان ہماری ہے
ساز کلکتہ دسمبر ۱۹۶۲ء

محمد باقر — ملکی زبانیں
اقدام لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

یاد، صغیر احمد — اردو زبان کا انحطاط
انجام کراچی ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء

وحیدہ نسیم — اردو زبان میں عورت کا حصہ۔ بابائے اردو کے خطبات کی روشنی میں
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

عبداللہ — اردو پنجابی کا مسئلہ
نوائے وقت لاہور ۱۲ و ۱۳ دسمبر ۱۹۶۲ء

خدیجہ فیروزالدین (مس) — ۱۹۶۲ء کا مجوزہ لسانی کمیشن
شہاب لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

نیاز فتحپوری — شعر میں الف، واؤ یا ی کا سقوط
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء

عندلیب زہرہ کامونپوری — فن تاریخ گوئی
خاتون پاکستان کراچی نومبر دسمبر ۱۹۶۲ء

پاکستان۔ انجمن ترقی اردو — علمی اصطلاحات (حیاتیات)
قومی زبان کراچی یکم اکتوبر تا ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

خاور، رفیق — بیان کی مہم (الفاظ کی اہمیت)
ماہ نو کراچی — دسمبر ۶۲ء

سائنس

رضا علی عابدی — ساری کائنات میں ریت بھرنے کے لئے کتنے ذرات درکار ہونگے ۔ دنیا کا سب سے بڑا ہندسہ
حریت کراچی — ۱۹ دسمبر ۶۲ء

شبیر احمد خاں غوری — مسلمانوں کی ہندسی خدمات
ثقافت لاہور — دسمبر ۶۲ء

ظفر اقبال — تسخیر کائنات کی مہم ہمارے اسلاف کی ابتدائی مشاہدات کی مرہون منت ہے
حریت کراچی — ۲۳ دسمبر ۶۲ء

محبوب شیروانی — آوازیں اور صداکاری
جنگ کراچی — ۵ دسمبر ۶۲ء

—— ایٹمی تابکاری کے خطرناک اثرات
انجام کراچی — ۳۱ دسمبر ۶۲ء

جیمس، ایس — پانی - مایۂ حیات
ہمدرد صحت کراچی — دسمبر ۶۲ء

وقار احمد — نیل ۔ عطیہ قدرت
انجام کراچی — ۲ دسمبر ۶۲ء

افضل صدیقی — فضا کے اسرار
الشجاع کراچی — دسمبر ۶۲ء

شرما، پی - ایس — کوہ نور ۔ ہیروں کا شہنشاہ مترجمہ محمد حسان علوی
فروغ اردو لکھنؤ — دسمبر ۶۲ء

عبدالرشید — ہمارے آباؤ اجداد ۔ آج کل کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟
اقدام لاہور — ۲۳ و ۳۰ دسمبر ۶۲ء

سید حسن — تھارو (نیپال کی ترائی میں آباد ایک قوم)
نیل و نہار لاہور — ۳۰ دسمبر ۶۲ء

ظفر، مظفر احمد — کشمیر کے بکروال
نیل و نہار لاہور — ۱۶ دسمبر ۶۲ء

عبداللہ المسدوسی — افریقہ کی نسلیں اور زبانیں
جنگ کراچی — ۱۰، ۱۱ دسمبر ۶۲ء

—— مسائی قبیلہ (افریقہ میں رہنے والا ایک قبیلہ)
انجام کراچی — ۱۹ دسمبر ۶۲ء

سرکار زیتی جارچوی — آدمی یا درخت (جمادات)
شاداب پشاور — ۱ و ۱۵ دسمبر ۶۲ء

—— کیا آدم خور درخت پائے جاتے ہیں؟
انجام کراچی — ۱۷ دسمبر ۶۲ء

جوہر میر — پشاوری قہوہ کی داستان
انجام کراچی — ۱۴ دسمبر ۶۲ء

اختر عباس صدیقی — شہد کی مکھیاں اور ان کے محیر العقول کارنامے
نیل و نہار لاہور — ۹ دسمبر ۶۲ء

فنون لطیفہ

—— آرٹ امریکہ کے ریڈ انڈین باشندوں کا
انجام کراچی — ۷ دسمبر ۶۲ء

کنیز اختر	اسلام آباد — نئی تہذیب کا شہر	لیل و نہار لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء
رچرڈز، جے۔ ایم	صنعت اور فن تعمیر میں ہم آہنگی	انجام کراچی ۱۴ دسمبر ۶۲ء
محمد رفیق	درگاہ خواجہ کی عمارتیں	جنگ کراچی ۴ دسمبر ۶۲ء
رحمت، منظور احمد	بھاول پور کی تاریخی عمارتیں	نوائے وقت لاہور ۱۳ دسمبر ۶۲ء
—	ترکی کے اسلامی آثار — قونیہ	انجام کراچی ۱۱ دسمبر ۶۲ء
—	مسلمانوں کا قبلۂ اول — بیت المقدس (عمارات)	انجام کراچی ۱۱ دسمبر ۶۲ء
—	مسجد قوت الاسلام۔ قلب ہند میں مسلمانوں کی پہلی مسجد	چٹان لاہور ۳۱ دسمبر ۶۲ء
حبیب الرحمن خیر آبادی	مسجد نبوی کی توسیع حضورؐ کے وقت سے اب تک	البلاغ بمبئی دسمبر ۶۲ء
—	شری کے۔ ایل۔ کوٹھاری (فوٹو گرافر)	ملاپ حیدر آباد دکن ۵ دسمبر ۶۲ء
اقبال حامد	حرف و آہنگ (ریڈیو پاکستان حیدر آباد کی نئی عمارت)	جنگ کراچی ۲۹ دسمبر ۶۲ء
—	برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی دستکاریاں	انجام کراچی ۷ دسمبر ۶۲ء
آل محمد	جمیل نقش — ایک حقیقت پسند مصور	جنگ کراچی ۱۷ دسمبر ۶۲ء
رضا علی عابدی	نقش کے نقوش (جمیل نقش)	حریت کراچی ۱۹ دسمبر ۶۲ء
صفی صفدر	مونا لیزا	لیل و نہار لاہور ۹ دسمبر ۶۲ء
—	شری این۔ وینکٹیش (فوٹو گرافر)	ملاپ حیدر آباد دکن ۱۹ دسمبر ۶۲ء
علی ناصر زیدی	ساز سنگیت کا اثر نباتات پر	لیل و نہار لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء
چک، ٹی۔ این	شطرنج	کتاب لکھنؤ دسمبر ۶۲ء
یوسف علی	کینیا اور پاکستان کی ہاکی	انجام کراچی ۲۱ دسمبر ۶۲ء
یوسف بخاری	پتنگ بازی	انجام کراچی ۱۸ دسمبر ۶۲ء
تمثال عسکری	کچھ شطرنج کے بارے میں	جنگ کراچی ۱۸ دسمبر ۶۲ء
تاج سعید	فلم ٹریننگ سنٹر (روس)	لیل و نہار لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء
وارث میر	لوگ فلم کیوں دیکھتے ہیں	لیل و نہار لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء

سجاد حارث — رقص کے قدیم روپ اور ڈرامہ
لیل و نہار لاہور — ۳۰ دسمبر ۶۲ء

شاہد احمد دہلوی — ستر ہویں کی سیر
ساقی کراچی — دسمبر ۶۲ء

نامی، عبدالعلیم — اردو اسٹیج کے مزاحیہ اداکار
ہم قلم کراچی — دسمبر ۶۲ء

فنون مفیدہ

انصار حسین اعظمی — "کچھ نئی ایجادیں"
کتاب نما دہلی — دسمبر ۶۲ء

فضل اللہ خاں اجمیری — عرفان العلاج
انجام کراچی — ۱۰ دسمبر ۶۲ء

حبیب اشعر دہلوی — آرزوئے درازی عمر - درازیٔ عمر کا سبب مذہب ہے۔
ہمدرد صحت کراچی — دسمبر ۶۲ء

علی ناصر زیدی — کیا موت پر قابو پایا جا سکتا ہے
لیل نہار لاہور — ۹ دسمبر ۶۲ء

—— — مشرقی اطبا
ہمدرد صحت کراچی — دسمبر ۶۲ء

"معلم" — تربیت جسمانی
جامعہ دہلی — دسمبر ۶۲ء

شاہدہ سعید — جڑواں بچے
خاتون پاکستان کراچی — نومبر دسمبر ۶۲ء

لوری، اسٹورٹ ایچ — تھالیڈو مائڈ کا المیہ (دوسری قسط)
ہمدرد صحت کراچی — دسمبر ۶۲ء

علی ناصر زیدی — حیاتین کا اندھا دھند استعمال
ہمدرد صحت کراچی — دسمبر ۶۲ء

جمیل جبلپوری — بالائی سندھ کا عظیم المقصد تھرمل بجلی گھر
جنگ کراچی — یکم دسمبر ۶۲ء

مسعود بٹ ایم - ایچ — تو بھی آئینہ ساز ہو جا - پاکستان میں بجلی کا جال
ماہ نو کراچی — دسمبر ۶۲ء

—— — ریڈیو پاکستان حیدرآباد
حریت کراچی — ۲۸ دسمبر ۶۲ء

علی ناصر زیدی — ایٹم بم
شاداب پشاور — ۱۶ دسمبر ۶۲ء

ڈے، لینگ ٹس — برف کیونکر انسان کی خادم بن سکتی ہے
انجام کراچی — ۷ دسمبر ۶۲ء

—— — سمندر کے نمکین پانی کو شیریں بنانے کی سائنٹفک مساعی
انجام کراچی — ۵ دسمبر ۶۲ء

—— — ایٹم میدان عمل میں - زراعت
لیل و نہار لاہور — ۲ دسمبر ۶۲ء

مدبر قریشی — بورلوا کا اصلاحی زراعتی فارم
استقلال لاہور — دسمبر ۶۲ء

سعد اللہ خاں بلوچ — کوہاٹ کا تاند اندر دو ترجمہ از رحمان مذنب
استقلال لاہور — دسمبر ۶۲ء

جہاں گرد — دودھ کا دودھ
لیل و نہار لاہور — ۲۳ دسمبر ۶۲ء

ابوالفیض محمد عبدالعلی ڈھاکہ کی ایک قدیم صنعت (ململ)
جوار بھاٹا دسمبر ۶۲ء

محسن علی مچھلی بندر
لیل ونہار لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء

انیس رشدی حریر رگِ گل (کل پاکستان انجمن خواتین
کی پاکستانی پارچہ جات اور ملبوسات
کی نمائش)
ماہ نو کراچی دسمبر ۶۲ء

ن ۔ص ہوزری کی صنعت اور اس کے بنیادی
مسائل
نوائے وقت لاہور ۴ دسمبر ۶۲ء

نذیر صابر اُون اور ہوزری ۔ افکار و مسائل
نوائے وقت لاہور ۴ دسمبر ۶۲ء

ناسک ۔ صلاح الدین عورت کا جذبۂ آرائش
قندیل لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء

—— شیر خوار بچے کی پرورش
رہنمائے تعلیم دہلی دسمبر ۶۲ء

—— شیر خوار بچے کی پرورش
خاتون پاکستان کراچی نومبر دسمبر ۶۲ء

فلیٹو ۔ چارلس بچوں کو مارنے کی عادت
جنگ کراچی ۵ دسمبر ۶۲ء

محمد عتیق صدیقی رگِل کرسٹ اور ہندوستانی پریس
شاعر بمبئی دسمبر ۶۲ء

عطاءاللہ چودھری کھاد ۔ پولستانی علاقے کی اہم پیداوار
استقلال لاہور دسمبر ۶۲ء

جہاں گرد پتنگ سازی کی صنعت
لیل ونہار لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء

ادب

حنان سرحدی ادب اور تنوع
قندیل لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء

ظفر اقبال تنوع کا مسئلہ (ادب میں)
قندیل لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء

تبسم رضوانی بے مقصد ادب
قندیل لاہور ۹ دسمبر ۶۲ء

شفقت اعظمی خورشید ادب اور زندگی
احمد فروغ اردو لکھنؤ دسمبر ۶۲ء

افتخار جالب فرق ہماری آنکھ کا (ادبی روایات
پر ایک بحث)
ادب لطیف لاہور دسمبر ۶۲ء

مقبول احمد اسلامی فن تنقید
انجام کراچی ۲ دسمبر ۶۲ء

عبدالسلام اسلوب کیا ہے ؟
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۶۲ء

سما انصاری غلام مصطفےٰ فصاحت جان تغزل ہے اور حقیقت
روح شعر
فاران کراچی دسمبر ۶۲ء

راجندر سنگھ بیدی فلم اور ادب ایک دوسرے سے الگ نہیں
ہیں

امروز لاہور ۱۰ دسمبر ۶۲ء

فیض، فیض احمد — قلم اور ثقافت
ساز کلکتہ دسمبر ۶۲ء

ابن فرید — اجتماعی لاشعور اور افسانہ
ادیب علی گڑھ دسمبر ۶۲ء

اردو ادب - تاریخ و تنقید

حنان سرحدی — اردو ادب کے محسنین
قندیل لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء

زور محی الدین قادری — اردو ادب کے چند رجحانات اور مسائل
کتاب لکھنؤ دسمبر ۶۲ء

صفدر حسین — زندگی اور ادب شاہان اودھ کے عہد میں (۳)
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۶۲ء

محمد عرفان — تاجا چاند پوری کا تذکرہ مخزن نکات معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء

سیدہ جعفر — فراق - بحیثیت نقاد
سب رس حیدر آباد دکن دسمبر ۶۲ء

محمد قیوم اعتصامی — زلف و رخسار کی باتیں (ادب میں)
نوائے وقت لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء

اردو رسائل

اقبال کرشن — پیام یار - ایک ادبی رسالہ جو لکھنؤ سے نکلتا تھا)
ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ دسمبر ۶۲ء

اقبال کرشن — اردو رسائل کے چند خاص نمبر
ہماری زبان علی گڑھ یکم دسمبر ۶۲ء

بیدار، عابد رضا — حسرت - اردوئے معلیٰ کی پالیسی (۵)
برہان دہلی دسمبر ۶۲ء

نادم سیتاپوری — گزشتہ صدی کے چند ادبی رسالے
ہم قلم کراچی دسمبر ۶۲ء

نادم سیتاپوری — ید بیضا (سکندر آباد ضلع بلند شہر کا ایک ادبی رسالہ)
ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ دسمبر ۶۲ء

ویریندر پرشاد سکسینہ — رسالہ زمانہ
جامعہ دہلی دسمبر ۶۲ء

مشاعرے

انجمن تعمیر ادب چاٹگام — چاٹگام میں ایک شاندار مشاعرہ
حریت کراچی ۳۰ دسمبر ۶۲ء

سعادت علی صدیقی — محفل شعرا و ادب (ایک مشاعرہ کی روداد)
فروغ اردو لکھنؤ دسمبر ۶۲ء

مفتوں کوٹوی — کوئٹہ کا ایک مشاعرہ مبارک باد
رہنمائے تعلیم دہلی دسمبر ۶۲ء

— حیدر آباد کا ایک یادگار مشاعرہ (۱۸ دسمبر)
حریت کراچی ۱۹ دسمبر ۶۲ء

اردو شاعری - تاریخ و تنقید

نسیم، ا - د — دہلی (بارہویں صدی ہجری) کا شاعرانہ ماحول
اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست ۶۲ء

شمیم احمد — بہار اور اساتذہ دہلی و لکھنؤ
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۶۲ء

جلال عباس — نسائی حسن کا تصور ہماری شاعری میں
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۶۲ء

حمید احمد خاں — شاعری میں ہیجان پسندی

نگار پاکستان کراچی دسمبر ۶۲ء

قمر ظفر حالی اور اردو شاعری
انجام کراچی ۲۳ دسمبر ۶۲ء

حسیب اللہ کاظمی ترقی پسند شاعری
انجام کراچی ۱۶ دسمبر ۶۲ء

مدنی، عزیز حامد جدید شاعری کی یہ تعریف کہ وہ زوال
پذیر ہے۔ بہت سفاک ہے۔
ادبی گزٹ کراچی دسمبر ۶۲ء

مضنون کوٹوی اردو غزل میں ترغیب عمل
ادیب علی گڑھ دسمبر ۶۲ء

مسکین حجازی غزل پر حالی کے اعتراضات
اقدام لاہور ۹ و ۱۶ دسمبر ۶۲ء

حامد حسین آج کل کی غزل
اشجاع کراچی دسمبر ۶۲ء

امجد کندیانی میر تقی میر کا پیغام
قندیل لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء

سلیم صادق خواجہ میر درد
جنگ کراچی ۴ دسمبر ۶۲ء

فائق طب علی خاں میر سوز (۲)
اورینٹل کالج میگزین لاہور اگست ۶۲ء

خلیق انجم صفا لکھنوی (شاگرد میر تقی میر)
لاہور ۲۴ دسمبر ۶۲ء

سلام سندیلوی رباعیات نظیر اکبرآبادی
نقش کراچی دسمبر ۶۲ء

مسعود حسن رضوی میر عشق لکھنوی (لکھنؤ کے ایک مشہور
مرثیہ گو شاعر اور مصلح زبان)
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۶۲ء

تنویر احمد علوی ذوق اور ظفر
آج کل دہلی دسمبر ۶۲ء

ذاکر حسین ہندوستان کے آخری مغل تاجدار
بہادر شاہ ظفر
کتاب نما دہلی دسمبر ۶۲ء

عبدالباقی شاعری میں ظفر کی انفرادیت
آج کل دہلی دسمبر ۶۲ء

ابو طاہر فارانی نسیم لکھنوی
لاہور ۳۱ دسمبر ۶۲ء

سرور، ابو محمد سید علی چند تلامذۂ داغ
ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ دسمبر ۶۲ء

نیر واسطی مسیح الملک حکیم اجمل خاں۔ شاعر
کی حیثیت سے
نوائے وقت لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء

دیریندر پرشاد سکسینہ منشی ماتا پرشاد نیساں لکھنوی
پیدائش ۱۸۶۲ء ہماری زبان علی گڑھ ۲۲ دسمبر ۶۲ء

رئیس مینائی منشی نوبت رائے نظر مرحوم کی ادبی
اور صحافتی خدمات
ملاپ حیدرآباد دکن ۵ دسمبر ۶۲ء

نقی محمد خاں خورجوی اکبر اور پردہ
انجام کراچی ۲۴ دسمبر ۶۲ء

سکینہ، دیپ مولوی انصار حسین زلالی بدایونی
امروز لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء

	دیریندر پرشاد سکسینہ مولوی انصار حسین زلالی بدایونی
	(وفات ۱۹۲۷ء)
	ہماری زبان علی گڑھ یکم دسمبر ۶۲ء
صلاح الدین احمد	مولانا ظفر علی خاں کی غیر سیاسی شاعری
	لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء
شعلہ، عطا محمد	حسرت کی غزل گوئی
	فروغ اردو لکھنؤ دسمبر ۶۲ء
ارشد کاکوی	علامہ وحشت
	انجام کراچی ۲ دسمبر ۶۲ء
وحید قیصر ندوی	علامہ رضا علی وحشت
	سیارہ لاہور دسمبر ۶۲ء
وحید قیصر ندوی	رضا علی وحشت
	جنگ کراچی ۳۱ دسمبر ۶۲ء
نسیم الظفر	سیپیاں (میراجی)
	لیل و نہار لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء
زرینہ بیگم یوسف زئی	اختر شیرانی - ایک جائزہ
	انجام کراچی ۱۴ دسمبر ۶۲ء
سعید وارثی	سیماب اکبرآبادی - ایک شاعر
	انجام کراچی ۲ دسمبر ۶۲ء
ابن فرید	جکس تباں - جگر مرادآبادی
	ادیب علی گڑھ دسمبر ۶۲ء
جوش ملسیانی	نوح ناروی کی یاد
	آج کل دہلی دسمبر ۶۲ء
ماہر القادری	یاد رفتگاں - ناخدائے سخن حضرت
	نوح ناروی مرحوم

	فاران کراچی دسمبر ۶۲ء
عابد، عابد علی	حفیظ جالندھری کی غزل
	استقلال لاہور دسمبر ۶۲ء
——	حفیظ جالندھری
	جنگ کراچی ۱۰ دسمبر ۶۲ء
انیس عثمانی گنوری	شاد عارفی رامپوری کی فن دانی
	رہنمائے تعلیم دہلی دسمبر ۶۲ء
حسن نعیم	رگ جاں (مجموعہ کلام خورشید الاسلام)
	تلاش نئی دہلی دسمبر ۶۲ء
اختر اورینوی	دوراں (ادریس احمد دوراں صوبہ
	بہار کے ایک نوجوان شاعر) کی شاعری
	شاعر بمبئی دسمبر ۶۲ء
شائق لچھمن داس	نغمہ سرمدی (تنقید و تبصرہ)
	نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱-۱۲
شمیم احمد	شاکر کلکتوی اور ان کی شاعری
	جام نو کراچی دسمبر ۶۲ء
فرمان فتحپوری	جدید شاعری اور نئی نسل کی ایک
	ابھرتی آواز (انجم اعظمی کے کلام پر
	تنقید و تبصرہ)
	نگار پاکستان کراچی دسمبر ۶۲ء
وزیر آغا	ایک نئی جہت (بلراج کومل کے نئے
	مجموعہ کلام رشتۂ دل پر تنقید و تبصرہ
	ہم قلم کراچی دسمبر ۶۲ء

اردو ناول و انشائیہ

زاہدہ پروین	ناول کا ارتقا (اردو)

نجام کراچی ۳۰ دسمبر ۶۲ء

انیس — موجودہ افسانہ اور افسانہ نگار
راوی پٹنہ دسمبر ۶۲ء

شاد، شام داس کھنہ — اردو افسانہ اس کی مختصر تاریخ
فروغ اردو لکھنو دسمبر ۶۲ء

عبدالمغنی — اردو افسانے کا ایک رخ
ساقی کراچی دسمبر ۶۲ء

ابو طاہر فارانی — رتن ناتھ سرشار
لاہور ۱۷ دسمبر ۶۲ء

خضر، بشیر محمد — اردو ادب کا ایک غیر جاوید کردار (خوجی)
ساقی کراچی دسمبر ۶۲ء

فتح محمد ملک — تمیزدار بہو کی بدتمیزی (نذیر احمد کی ناول نگاری پر ایک سرسری رائے)
ادب لطیف لاہور دسمبر ۶۲ء

شکیل احمد فاروقی — پریم چند پر ایک نظر
ادیب علی گڑھ دسمبر ۶۲ء

عابد سہیل — پریم چند اور عورت کا حسن
کتاب لکھنو دسمبر ۶۲ء

علی عابدی — پریم چند (ایک بات چیت)
راوی پٹنہ دسمبر ۶۲ء

قمر اعظم ہاشمی — منٹو کا فن
شاعر بمبئی دسمبر ۶۲ء

علی حیدر ملک — جمیل مظہری اور شکست و فتح (تنقید و تبصرہ)
شاعر بمبئی دسمبر ۶۲ء

اردو انشائیہ اور مکاتیب

خادم حسنین رضوی — عصائے مبارک
رہنمائے تعلیم دہلی دسمبر ۶۲ء

ہما میرٹھی — مکاتیب شاکر میرٹھی
سب رس حیدر آباد دکن دسمبر ۶۲ء

بیدار عابد رضا — مولانا آزاد کا ایک غیر مطبوعہ خط
چٹان لاہور ۳۱ دسمبر ۶۲ء

اقبالیات

بیدار عابد رضا — ایک جوئے کہستاں کی موج رواں۔ اقبال کے چند غیر مرتب نوادر
ہم قلم کراچی دسمبر ۶۲ء

محمد حنیف — خطبات اقبال کا توضیحی تجزیہ
ثقافت لاہور دسمبر ۶۲ء

بابائے اردو

ابن فرید — شخصیات کے پردہ نگاری میں (بابائے اردو)
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۶۲ء

احمد حسن — ابدی بھائی۔ (مصنف بابائے اردو کے بھائی ہیں)
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۶۲ء

اسلوب احمد انصاری — مولوی عبدالحق کی مرقع نگاری
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۶۲ء

اعجاز حسین — مولانا حالی کا اثر ڈاکٹر عبدالحق پر
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۶۲ء

افسر میرٹھی، حامد اللہ — بابائے اردو یا بابائے ملت

اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

انور عنایت اللہ — بابائے اردو کی ریڈیائی تقریریں
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

تہور حسین — تصانیف عبدالحق - ایک جائزہ
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

حمید احمد خاں — بابائے اردو اسلامیہ کالج لاہور میں
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

رفعت، مبارز الدین — بابائے اردو
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

ریاض الحسن — مولوی عبدالحق - نئے انداز تنقید کے بانی
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

سلام سندیلوی — مولوی عبدالحق پر حالی کا اثر
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

سید محمد — بیسویں صدی کا سرسید (بابائے اردو)
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

شرف الحق — مولوی صاحب قبلہ (بابائے اردو)
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

طاہر فاروقی — مولوی صاحب (بابائے اردو)
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

ظہیر الدین مدنی — ڈاکٹر مولوی عبدالحق
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

عبادت بریلوی — مقدمات عبدالحق
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

عبداللہ سید — مولوی عبدالحق کا اسلوب تحریر

اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

غلام ربانی — علیم اللسان (بابائے اردو)
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

غلام مصطفیٰ خاں — بابائے اردو کی اردو
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

فرقت کاکوروی — سب سے بڑا مقدمہ باز (بابائے اردو)

غلام احمد — اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

فیض انصاری — بابائے اردو کے آنسو
قومی زبان کراچی یکم اکتوبر تا ۱۶ دسمبر ۱۹۶۱ء

کبیر احمد جائسی — شوق کا دفتر کھلا - مکاتیب بابائے اردو
ادیب علی گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء

کشتہ، عبداللطیف خاں — عبدالحق ۱۹۲۱ء میں
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

کمال، رحیم الدین — بابائے اردو کی بامقصد زندگی کے چند حیرت انگیز اور حقیقت افروز پہلو
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

محمد اعظم — یادِ ایام عشرت فانی (بابائے اردو)
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

محمد حسن — ایک تاثر (بابائے اردو)
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

مفتوں، دیوان سنگھ — اردو زبان کا عاشق
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

وقار راشدی — بابائے اردو اور بنگال
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۱۹۶۲ء

وقار عظیم — مولوی صاحب (بابائے اردو) کی

سیرت نگاری
اردو کراچی بابائے اردو نمبر ۷۲ء

ہندی - پنجابی - فارسی اور عربی ادب

احتشام حسین — نیا ہندی ناٹک
کتاب لکھنؤ دسمبر ۷۲ء

ماجد صدیقی — شاہ شرف - دوہوں کا شاعر
استقلال لاہور دسمبر ۷۲ء

محمد عمر — ہفت تماشائے مرزا قتیل
برہان دہلی دسمبر ۷۲ء

نیاز فتحپوری — فارسی کا ایک بدنام طنز نگار شاعر عبید زاکانی
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۷۲ء

غوری شبیر احمد خاں — کچھ مطہر کے سلسلے میں (مدّاح فیروز فیروز تغلق)
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۷۲ء

دت، چمن پائے — عربی کے ہندی الاصل الفاظ مترجمہ عبدالرؤف
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۷۲ء

عارف، فضل احمد — الخنساء - عرب کی عظیم مرثیہ گو شاعرہ
خاتون پاکستان کراچی نومبر دسمبر ۷۲ء

عبدالحق موسیٰ ضیلوگا — طغرائی - اپنے آئینہ میں (طغرائی ابو اسمٰعیل حسین ابن علی - چھٹی صدی ہجری کا عرب زبان کا ایک بلند مرتبہ شاعر)
قندیل لاہور ۳۰ دسمبر ۷۲ء

سفرنامے اور جغرافیہ

شمیم کبیروی — تہذیب کے آثار (آرکیالوجی)
شاداب پشاور ۱۶ دسمبر ۷۲ء

طاہر احمر — ٹیکسلا
جنگ کراچی ۱۰ نومبر ۷۲ء

ابن جبیر — ابنِ جبیر کا سفرنامہ - بغداد سے دمشق - (۲) مترجمہ محمد خالد اختر
نصرت لاہور دسمبر ۷۲ء

ابن عبدالبرؒ — امام شافعی کا سفرنامہ (۲)
چٹان لاہور ۱۷ دسمبر ۷۲ء

عباسی، ع، ع — مشرق و مغرب کا سفر ۱۷ دن میں
جنگ کراچی ۱۶، ۱۹، ۲۱، ۲۴ اور ۲۸ دسمبر ۷۲ء

نجم الدین احمد — یمن — دو شکا نگو
شہاب لاہور ۲ دسمبر ۷۲ء

— — دلّی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
انجام کراچی ۱۴ دسمبر ۷۲ء

احمد حمید — اے وادئ مہران تجھے کس کی نظر لگ گئی (سابق صوبہ سندھ کے ابتر حالات)
حریت کراچی ۴ دسمبر ۷۲ء

درانی، اے آر — ایٹم اور راکٹ کے جدید سائنسی دور میں پاکستان کی تصویر کا دوسرا رخ (بلوچستان)
حریت کراچی ۹ دسمبر ۷۲ء

محمد سلیم ملک — کیمبل پور
لیل و نہار لاہور ۹ دسمبر ۷۲ء

باری ملک — پشاور - زندہ روایات کا شہر

	نوائے وقت لاہور ۴ دسمبر ۱۹۶۲ء
نزہت انجم	کوئٹہ - پاکستان کا سوئزرلینڈ
	جنگ کراچی ۱۵ دسمبر ۱۹۶۲ء
کنیز اختر	"پوپ ہار" اسلام آباد اور اس کا نواحی علاقہ
	ماہ نو کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء
رضی الدین	حسین راول جھیل
	استقلال لاہور دسمبر ۱۹۶۲ء
محمد مسعود	مشرقی پاکستان
	لیل و نہار لاہور ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء
عظیم الشان حیدر	ڈھاکہ کے آس پاس
	لیل و نہار لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۲ء
—	انقرہ ۔ اتاترک کا شہر
	انجام کراچی ۱۸ دسمبر ۱۹۶۲ء
—	بغداد کی ہزار سالہ سال گرہ
	انجام کراچی ۱۱ دسمبر ۱۹۶۲ء
—	سائبیریا - زندہ دل انسانوں کی ویران سرزمین
	انجام کراچی ۳۱ دسمبر ۱۹۶۲ء
آباد شاہ پوری	کیوبا ۔ منظر و پس منظر
	شہاب لاہور ۲ و ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

سوانح

شورش کاشمیری	ظفر علی خاں
	چٹان لاہور ۳ دسمبر ۱۹۶۲ء
محمد بدر منیر	مولانا ظفر علی خاں مرحوم
	قندیل لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۲ء
محمد بن عاصم	ظفر علی خاں
	اقدام لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۲ء
وحید قیصر ندوی	معلم ثانی حکیم ابو نصر فارابی
	جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۱۹۶۲ء
ملا واحدی	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
	چٹان لاہور ۱۰ دسمبر ۱۹۶۲ء
رفیق عزیزی	سیدنا امام جعفر صادقؒ
	جنگ کراچی ۲۸ دسمبر ۱۹۶۲ء
—	امام اعظمؒ اور ان کا علمی کارنامہ
	حریت کراچی ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء
محمد علی لطفی	امام ابو یوسفؒ
	جنگ کراچی ۶ دسمبر ۱۹۶۲ء
بھگوانداس نصیر آبادی	سلطان الہند غریب نواز
رانا	انجام کراچی ۴ دسمبر ۱۹۶۲ء
معنی اجمیری	نسب نامہ خواجہ بزرگ
	جنگ کراچی ۵ دسمبر ۱۹۶۲ء
وقار صدیقی	کراماتِ غریب نواز
	جنگ کراچی ۴ دسمبر ۱۹۶۲ء
—	تاجدار چشت کے دربار میں امراء و سلاطین کی نیاز مندیاں
	انجام کراچی ۴ دسمبر ۱۹۶۲ء
—	خواجہ غریب نواز
	جنگ کراچی ۴ دسمبر ۱۹۶۲ء
مسعود احمد	شاہ محمد غوث گوالیاریؒ - (۵)

	معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء
عباداللہ فاروقی	شیخ شرف الدین بو علی قلندرؒ
	امروز لاہور ۲۱ دسمبر ۶۲ء
ریاض پرویز	حضرت سید محمد موسی پاک شہید جیلانی
	نوائے وقت لاہور ۴ دسمبر ۶۲ء
شمیم احمد	حضرت شاہ جلال سلہٹی
	جنگ کراچی ۴ دسمبر ۶۲ء
—	فاتح سلہٹ حضرت شاہ جلال
	نوائے وقت لاہور ۳۱ دسمبر ۶۲ء
اقبال احمد الاعظمی	امام ابو عمرو عبدالرحمٰن اوزاعی
	چٹان لاہور ۲۴ دسمبر ۶۲ء
اعجاز الحق قدوسی	لاہور کی بزم عرفاں کے روشن ستارے
	حریت کراچی ۲۹ دسمبر ۶۲ء
اکرام الدین قدوائی	حضرت احمد شہید
	چٹان لاہور ۱۷ دسمبر ۶۲ء
مہر، غلام رسول	مہدی سوڈانی
	چٹان لاہور ۱۰ دسمبر ۶۲ء
احمد اللہ	مولوی عبدالرحمٰن رضوان (وفات [illegible])
	ہماری زبان علی گڑھ ۸ دسمبر ۶۲ء
نسیم الحق عثمانی	شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی
	انجام کراچی ۱۶ دسمبر ۶۲ء
صالح محمد صدیقی	حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ
	نوائے وقت لاہور ۲۷ دسمبر ۶۲ء
—	مغل تاریخ کا سب سے زیادہ بدقسمت

	شہزادہ خسرو
	انجام کراچی ۱۰ دسمبر ۶۲ء
ذاکر حسین	بہادر شاہ ظفر مترجمہ عابد حسین
	جامعہ دہلی دسمبر ۶۲ء
سید حسن	بہادر شاہ رنگون میں
	چٹان لاہور ۳۱ دسمبر ۶۲ء
عبدالمجید قریشی	نواب سر حمید اللہ خاں (والی بھوپال)
	نصرت لاہور دسمبر ۶۲ء
—	شہزادی منی الحسین کی کہانی (ملکہ رعنا)
	جنگ کراچی ۱۵، ۲۲، ۲۹ دسمبر ۶۲ء
محمود مفتی	انور پاشا
	نصرت لاہور دسمبر ۶۲ء
—	غازی انور پاشا اور پان اسلامزم
	چٹان لاہور ۲۴ دسمبر ۶۲ء
عابد نظامی	مولانا محمد علی جوہر
	اقدام لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء
سید محمد بن عبداللہ الحسن	سمالی لینڈ کا مجاہد ملا (۱)
	چٹان لاہور ۲۴، ۳۱ دسمبر ۶۲ء
—	احمد بن باللہ ۔ الجزائر کی تحریک آزادی کا ہیرو
	حریت کراچی ۱۱ دسمبر ۶۲ء
عبدالمجید قریشی	آنریبل جسٹس سید محمود مرحوم
	جامعہ دہلی دسمبر ۶۲ء
رشید، ایس۔ ایم	کیانی۔ پاکستان کے روحانی اتحاد کا

منظہر
نوائے وقت لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء

محمد منور — کیانی صاحب۔ چند یادیں
نوائے وقت لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء

عبدالماجد — عبدالمجید خواجہ مرحوم
صدق لکھنؤ ۱۴ دسمبر ۶۲ء

عبدالماجد دریابادی — عبدالمجید خواجہ مرحوم
چٹان لاہور ۲۴ دسمبر ۶۲ء

— — جابر بن حیان - جدید علم کیمیا کا بانی عظیم سائنسدان
انجام کراچی ۵ دسمبر ۶۲ء

حمیدالدین لقائی — حکیم اجمل خاں
جنگ کراچی ۳۱ دسمبر ۶۲ء

عباس حسین — اجمل اعظم بحیثیت انسان
جنگ کراچی ۳۱ دسمبر ۶۲ء

ممتاز انور — خورشید انور - ایک عظیم موسیقار
انجام کراچی ۲۰ دسمبر ۶۲ء

کوشم، رلیف ایچ۔ — ٹارزان - حیات افروز لافانی کردار
انجام کراچی ۱۲ و ۱۹ دسمبر ۶۲ء

محمود فاروقی — مارلن منرو کی کہانی
حریت کراچی ۱۵ دسمبر ۶۲ء

ضیاالحسن موسوی — نور محمد چارلی (فلم ایکٹر)
حریت کراچی ۸، ۱۵، ۲۳، ۳۰ دسمبر ۶۲ء

راہی بشیر احمد — کیریکٹر ایکٹر - ایم اسمٰعیل
جنگ کراچی ۹ دسمبر ۶۲ء

ذوالفقار علی بخاری — بخاری کی سرگزشت
حریت کراچی ۳، ۱۰، ۱۷، ۲۴ اور ۳۱ دسمبر ۶۲ء

انور عنایت اللہ — جان اسٹین بیک
ہم قلم کراچی دسمبر ۶۲ء

ضیاالحسن موسوی — لپطرس - پروفیسر احمد شاہ بخاری مرحوم
حریت کراچی ۵ دسمبر ۶۲ء

عبدالقادر سروری — ڈاکٹر زور
آج کل دہلی دسمبر ۶۲ء

ادیب سہارنپوری — حضرت جگر کا جذبۂ اخوت
جام نو کراچی دسمبر ۶۲ء

عطا، محمد شبیر — قرون وسطیٰ کا ایک عظیم مورخ - مسعودی (۳)
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء

— — الواقدی - عظیم المرتبت مورخ اور سیرت نگار
انجام کراچی ۲۵ دسمبر ۶۲ء

جلیل، اینل پرشاد — سکندر جاہ اور فضیلت النسا بیگم کی آل اولاد کا شجرہ
سب رس حیدرآباد دکن دسمبر ۶۲ء

مشیر مخدومی — مجاہدین اسلام
لاہور ۱۰، ۱۷ دسمبر ۶۲ء

قائداعظم

اشفاق خاں — نقش کہن - قائداعظم محمد علی جناح علی گڑھ میں

	اقدام لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء	
انتظار حسین	قائداعظم ۔ اپنی ذات میں ایمان کی علامت نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
انور حسین	قوم بے شیرازہ را شیرازہ بند ماہ نو کراچی دسمبر ۶۲ء	
انعام صدیقی	بڑا دن ۔ بڑا انسان (قائداعظم) قندیل لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء	
آفتاب احمد قریشی	قائداعظم کی دل کش شخصیت نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
افضل صدیقی	قائداعظم کی شخصیت و سیاست انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۶۲ء	
بشارت اللہ بیگ	قائداعظم حریت کراچی ۲۶ دسمبر ۶۲ء	
حامد سعیدی	بابائے قوم کا مقبرہ جنگ کراچی ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
حامد مجید	اے قوم کے رہنمائے عظیم اقدام لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء	
حمید نظامی (مرحوم)	قائداعظم ۔ پاکستان کے پہلے گورنر جنرل اقدام لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء	
سلیمان پاشا	قائداعظم اور عمل جنگ کراچی ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
سلیمان پاشا	نگاہ مرد مومن سے حریت کراچی ۲۶ دسمبر ۶۲ء	

شہاب مفتی	قائداعظم ۔ گورنر جنرل کیوں بنے تھے نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
شہباز، عبدالحق	فرمودات قائداعظمؒ استقلال لاہور دسمبر ۶۲ء	
ضیاالحسن موسوی	صاحب نظرے پیدا شد (قائداعظم) حریت کراچی ۲۶ دسمبر ۶۲ء	
ظفر، ظفر ہندی	قائداعظم کا سیاسی ارتقا امروز لاہور ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
عاشق حسین بٹالوی	قائداعظم کا قیام لندن انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۶۲ء	
فصیح الحق دہلوی	ہمارا قائد جنگ کراچی ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
قائداعظم	قائداعظم کی تاریخی تقریر جس نے کل ہند فیڈریشن کے منصوبے کو خاک میں ملا دیا (۱۹۳۴ء) امروز لاہور ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
قمر علی عباسی	قائداعظم کی زندگی جنگ کراچی ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
کرشنا۔بی	قائداعظم کے ہاتھوں گاندھی جی کی شکست تلخیص و ترجمہ از مراتب علی شیخ امروز لاہور ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
کرشنا، بی	قائداعظم کے ہاتھوں مہاتما گاندھی کی شکست تلخیص و ترجمہ از مراتب علی شیخ جنگ کراچی ۲۵ دسمبر ۶۲ء	
کلیم اختر	قائداعظم ۔ اقبالؒ کا مثالی سیاسی لیڈر	

قندیل لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۷ء

کمال، محمد علی — قائد اعظم کی سیاسی فتوحات
انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۶۷ء

کمال ندوی — قائد اعظم اور عظمت کردار
لیل و نہار لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۷ء

محمد اسلام — قائد اعظم اور ہنگامے
جنگ کراچی ۲۵ دسمبر ۱۹۶۷ء

محمد زبیر الحسینی — ۲۵ دسمبر۔ تجدید عہد کا دن
قندیل لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۷ء

مسعود احمد — قائد اعظم
جنگ کراچی ۲۵ دسمبر ۱۹۶۷ء

مسعود، محمد الیاس — چند لازوال یادیں
نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۶۷ء

ناہید، ارشاد اختر — قائد اعظم کی رضاکارانہ جلاوطنی
انجام کراچی ۲۷ دسمبر ۱۹۶۷ء

وارث میر — قائد اعظم کی آواز
نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۶۷ء

—— — حیات قائد محد سے لحد تک
انجام کراچی ۲۶ دسمبر ۱۹۶۷ء

—— — قائد اعظم کی زندگی کے چند اہم واقعات
امروز لاہور ۲۵ دسمبر ۱۹۶۷ء

تاریخ - برطانیہ، اندلس، البانیہ، ہندوستان پاکستان، مسئلہ کشمیر، ایران، مصر اور الجزائر۔

بشیر احمد — کہتی ہے ان کو خلق خدا غائبانہ کیا (برطانیہ)
اقدام لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۷ء

—— — برطانوی اقتدار کے خلاف برونئی کی بغاوت
انجام کراچی ۱۷ دسمبر ۱۹۶۷ء

اختر اعوان — اسلامی ثقافت وادی اندلس میں
شاداب پشاور ۱۶ دسمبر ۱۹۶۷ء

ہارون خاں شیروانی — نصف صدی پہلے کا البانیہ
جوار بھاٹا دہلی دسمبر ۱۹۶۷ء

عبدالرشید نعمانی — ناجیت تحقیق کے بھیس میں (رد خلافت معاویہ و یزید پر تنقید)
بنات کراچی دسمبر ۱۹۶۷ء

محمد جعفر پھلواروی — برکمی اقتدار کا آغاز و انجام
ثقافت لاہور دسمبر ۱۹۶۷ء

سلطان برنی — ملکۂ سبا کا ملک یمن اور انقلاب
جنگ کراچی ۱۰ دسمبر ۱۹۶۷ء

"سیاسی مبصر" — یمن شاہراہ ترقی پر
اقدام لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۷ء

ضیاء الحسن موسوی — یمن۔ دو انقلاب
حریت کراچی ۸، ۹ دسمبر ۱۹۶۷ء

—— — عدن کا سیاسی مستقبل
چٹان لاہور ۲۴ دسمبر ۱۹۶۷ء

اطہر مبارک پوری — نار جبلی سے تخیل تک (۲)
البلاغ بمبئی دسمبر ۱۹۶۷ء

عشرت ظفر اقبال	برصغیر پر اسلامی عہد کے اثرات	جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۷ء
لطف اللہ خاں	دریائے سندھ ہماری سطوت و عظمت ملی کا امین (آئینہ دار تاریخ سندھ)	حریت کراچی ۱۲ دسمبر ۶۷ء
——	عہد مغلیہ کے یورپی سیاح	انجام کراچی ۳ دسمبر ۶۷ء
محمد ظہیر	انارکلی - ایک افسانہ یا حقیقت؟	نصرت لاہور دسمبر ۶۷ء
شاہ ولی اللہ	احمد شاہ ابدالی کے نام تاریخی مکتوب ہندوستان میں مسلمانوں کو کفار کی غلامی سے بچانے میں ہماری مدد کیجئے	انجام کراچی ۱۷ دسمبر ۶۷ء
شمیم احمد	بنگال دوش کے آئینہ میں (غلام حسین سلیم زیدپوری کی تاریخ ریاض السلاطین کے اقتباسات)	ماہ نو کراچی دسمبر ۶۷ء
خان رضوانی	ریاست بھاولپور کی بنیاد کیسے پڑی	نوائے وقت لاہور ۲۰، ۲۲ دسمبر ۶۷ء
احسان قریشی	شہیدان بالاکوٹ	چٹان لاہور ۲۴ دسمبر ۶۷ء
کمال، محمد علی	برصغیر ہند و پاکستان میں ہندو مسلم کشیدگی - تاریخی پس منظر	حریت کراچی ۲۶ دسمبر ۶۷ء
کفایت علی	پاکستان کا پس منظر	نوائے وقت لاہور ۲۵ دسمبر ۶۷ء
نامی، غلام دستگیر	پاکستان ایک دن میں نہیں بنا	امروز لاہور ۲۵ دسمبر ۶۷ء
سلطان بخش	ہوشیار پور کیمپ کی سرگزشت	قندیل لاہور ۱۰، ۱۷، ۲۴، ۳۱ دسمبر ۶۷ء
ضیاء الحسن موسوی	وہ رات جب ریاست حیدرآباد میں مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا (پولیس ایکشن)	حریت کراچی ۱۱ دسمبر ۶۷ء
شہنشاہ بیراں	بارش ہے یا کانٹوں کا بستر	جنگ کراچی یکم دسمبر ۶۷ء
ضیاء الحسن موسوی	وادی کشمیر بمباری سے گونج اٹھی	حریت کراچی ۳ دسمبر ۶۷ء
بشیر سوہاروی	کشمیر پر غاصبانہ قبضہ	اقدام لاہور ۹ دسمبر ۶۷ء
محمد علی	کشمیر کا مسئلہ	نوائے وقت لاہور ۱۷ دسمبر ۶۷ء
طاہر کیلانی	پتھر کے خدا (ہٹ جاؤ) (مصر)	لیل و نہار لاہور ۲۳ دسمبر ۶۷ء
——	الجزائر میں انخلا اور مراجعت کا ڈرامہ	انجام کراچی ۲۴ دسمبر ۶۷ء

دسمبر ۶۷ء کے اردو رسائل اور اخبارات میں مندرجہ ذیل کتابوں اور رسائل پر ریویو شائع ہوئے۔

امام علی	دلچسپیاں (بچوں کے لئے دلچسپ معلومات) لاہور ۱۷ دسمبر ۶۲ء
طاہر، محمد اکرم	روزمرّہ نفسیات جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۲ء سیارہ لاہور دسمبر ۶۲ء
(ہفت روزہ) نصرت لاہور	نفسیات کی روشنی میں جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۲ء سیارہ لاہور دسمبر ۶۲ء
(ہفت روزہ) نصرت لاہور	نفسیات اور عمل امروز لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء لیل و نہار لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء
ابن طفیل	جیتا جاگتا (مشہور زمانہ کتاب اسرار الحکمۃ الشرقیہ کا اردو ترجمہ) مترجمہ محمد یوسف قومی زبان کراچی یکم اکتوبر تا ۱۶ دسمبر ۶۲ء
حامد علی (مولف)	خدا ہے ترجمان القرآن لاہور۔ دسمبر ۶۲ء
میاں محمد نوشہروی	حقیقی اسلام شہاب لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء
سلیمان منصور پوری	الجمال والکمال (تفسیر سورہ یوسف) شہاب لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء لیل و نہار لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء نوائے وقت لاہور ۱۱ دسمبر ۶۲ء
محمد یٰسین	کتاب الآداب تفسیر سورہ حجرات فاران کراچی دسمبر ۶۲ء

عبدالباری ندوی	نظام صلاح و اصلاح (سورہ العصر کی تفسیر) شہاب لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء
محمد زبیر صدیقی	تاریخ تدوین حدیث فاران کراچی دسمبر ۶۲ء
صارم، عبدالصمد	تاریخ الحدیث شہاب لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء
محمد تقی امینی	فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر شہاب لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء
شاہ اسمٰعیل شہیدؒ	منصب امامت مترجمہ محمد حسین علوی امروز لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء نوائے وقت لاہور ۱۱ دسمبر ۶۲ء
عتیق احمد	صلیب و ہلال (ردّ عیسائیت) صدق لکھنؤ ۱۴ دسمبر ۶۲ء
بشیر اللہ مظاہری	دو نبی (ردّ قادیانیت) شہاب لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء
الیاس برنی	قول طیّب (تصوف) معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء
حیات شریف (مرتب)	حقیقت تصوف فاران کراچی دسمبر ۶۲ء
نور الحسن بخاری	شہادت امام مظلوم سیدنا عثمانؓ شہاب لاہور ۹ دسمبر ۶۲ء فاران کراچی دسمبر ۶۲ء
غلام مرتضیٰ	اسلامی دنیا چوتھی صدی میں فاران کراچی دسمبر ۶۲ء

	ہماری زبان علی گڑھ ۸ دسمبر ۶۲ء
خروشچوف	امن و آزادی کی جدوجہد
	معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء
شانتی رنجن بھٹاچاریہ	پختونستان کا مطالبہ
	ہماری زبان علی گڑھ یکم دسمبر ۶۲ء
صلاح الدین	ہمارے تعلیمی مسائل
	ترجمان القرآن لاہور دسمبر ۶۲ء
	نگار پاکستان کراچی دسمبر ۶۲ء
فرمان فتحپوری	تدریس اردو
	فاران کراچی دسمبر ۶۲ء
مصطفیٰ حسن رضوی	سائیکل کی کہانی
	کتاب نما دہلی دسمبر ۶۲ء
محمود سمیع اللہ	الف با نگاری (پہلا حصہ)
	امروز لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء
	لیل و نہار لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء
ساغر نظامی	شکنتلا
	معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء
گوئٹے	فاؤسٹ منظوم ترجمہ از عبدالقیوم
	خاں باقی مرحوم
	کتابی دنیا کراچی دسمبر ۶۲ء
	نصرت لاہور دسمبر ۶۲ء
پربھجوت کور	بن کپاسی (پنجابی شاعری)
	جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۲ء
حبیب النسا بیگم	میسور میں اردو کی نشوونما
	تحریک دہلی دسمبر ۶۲ء

سحر، ابو محمد	تنقید و تجزیہ (تنقیدی مضامین)
	نگارش امرتسر۔ شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲
مجنوں گورکھپوری	دوش و فردا (تنقیدی مضامین)
	نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲
فرمان فتحپوری	اردو رباعی
	الشجاع کراچی دسمبر ۶۲ء
مسعود حسن رضوی	آئینۂ سخن فہمی
	معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء
حبیب خاں، ایم	اردو کے کلاسیکی شعرا جلد اول
	سب رس حیدرآباد دکن دسمبر ۶۲ء
	ہماری زبان علی گڑھ ۹ دسمبر ۶۲ء
انور صابری	وہ جنہیں کوئی نہیں جانتا (غیر معروف
	شعرا کا تذکرہ)
	جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۲ء
درد، خواجہ میر درد	دیوانِ درد مرتبہ خلیل الرحمٰن داؤدی
	ادب لطیف لاہور دسمبر ۶۲ء
شوکت سبزواری	غالب فکر و فن
	کتابی دنیا کراچی دسمبر ۶۲ء
حکیم امروہوی (شاگرد	آفتاب سخن
داغ دہلوی)	کتاب نما دہلی دسمبر ۶۲ء
اختر الایمان	یادیں
	شاعر بمبئی دسمبر ۶۲ء
آزاد، جگن ناتھ	بیکراں
	نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲
پرویز، پرکاش ناتھ	جادہ و منزل

جام نو کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء

تاباں، غلام ربانی — حدیثِ دل
جامعہ دہلی دسمبر ۱۹۶۲ء
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء

حسن جعفری — آب و گل
نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲

حیدر، حیدر علی خاں — جذبات حیدر، مرتبہ سرشار کسمنڈوی
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء

حیرت شملوی — آئینۂ حیرت
شاعر بمبئی دسمبر ۱۹۶۲ء
شہاب لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۲ء
ہماری زبان علی گڑھ ۸ دسمبر ۱۹۶۲ء

خاور قریشی — ہزار آہنگ
نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲

ذکی کاکوروی — دھڑکنیں
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء

شارب ردولوی — افکارِ سودا
نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲

شاہی، جوالا پرشاد — شعلۂ احساس
نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲

شائق، لچھمن داس — نغمۂ سرمدی
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء

شباب للت — مضراب
نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲

عابد مناوری — بہار غزل
نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲

عقیل احمد جعفری — جوش و ہوش
نگار پاکستان کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء

غلام محمد — حرفِ شیریں (مزاحیہ کلام)
ادیب علی گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء
شاعر بمبئی دسمبر ۱۹۶۲ء

فاروق بشیر — حرفِ جنوں
نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲

محروم، تلوک چند — تلخ، ترش اور شیریں
نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲

محسن بھوپالی — شکستِ شب
قومی زبان کراچی یکم اکتوبر تا ۱۶ دسمبر ۱۹۶۲ء

مخدوم محی الدین — گلِ تر
شاعر بمبئی دسمبر ۱۹۶۲ء

مصطفےٰ زیدی — گریباں
اقدام لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۲ء

وقار راشدی — تارِ پیراہن
شاعر بمبئی دسمبر ۱۹۶۲ء

عابد نظامی — میٹھے بول (بچوں کے لئے نظمیں)
شہاب لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۲ء
لیل و نہار لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء

نیر، محمد شفیع الدین — مٹی کے گیت
کتاب نما دہلی دسمبر ۱۹۶۲ء

میرزا ادیب — شیشے کی دیوار (ڈرامہ)
سیارہ لاہور دسمبر ۱۹۶۲ء

	لیل و نہار لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء		نوائے وقت لاہور ۱۱ دسمبر ۶۲ء
نذیر احمد	فسانۂ مبتلا	فردوس رعنائی	نشانِ سحر
	فاران کراچی دسمبر ۶۲ء		لیل و نہار لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء
ادیب، لطیف حسین	رتن ناتھ سرشار کی ناول نگاری	مجاہد لکھنوی	حسین قافلے
	ادیب علی گڑھ دسمبر ۶۲ء		سب رس حیدر آباد دکن دسمبر ۶۲ء
قمر رئیس	منشی پریم چند شخصیت اور کارنامے	منہاج	شہزادی مارگریٹ کے رومان
	ہماری زبان علی گڑھ ۸ دسمبر ۶۲ء		لیل و نہار لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء
مسلم، ایم	جمالی	نادرہ خاتون	عرفانہ
	جام نو کراچی دسمبر ۶۲ء		جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۲ء
	خاتون پاکستان کراچی نومبر دسمبر ۶۲ء	کوکب، ایم	ولایتی بھوت
	ساقی کراچی دسمبر ۶۲ء		کتاب نما دہلی دسمبر ۶۲ء
شوکت صدیقی	کونکابیلی	سلطان محمد وجودی	(۱) پرچی والا (۲) ستانی کی کہانیاں،
	نوائے وقت لاہور ۱۱ دسمبر ۶۲ء		اخلاقی کہانیاں (۴) ایماندار لڑکا (۵) تابع
نسیم انہونوی	آفاق		دار لڑکا (۶) مونسپل کمشنر (بچوں کے لئے
	سب رس حیدر آباد دکن دسمبر ۶۲ء		کہانیاں)
نسیم انہونوی	رحمت		لیل و نہار لاہور ۲۳ دسمبر ۶۲ء
	سب رس حیدر آباد دکن دسمبر ۶۲ء	عبدالماجد دریابادی	انشائے ماجد حصہ اول یعنی مقالات
زکی انور	ریشمان		ماجد
	الشجاع کراچی دسمبر ۶۲ء		صدق جدید لکھنو ۱ جنوری ۶۳ء
بنکٹ پرشاد	امر جوت	کرار حسین قزلباش	بزم ملائک
	کتابی دنیا کراچی دسمبر ۶۲ء		کتابی دنیا کراچی دسمبر ۶۲ء
	ہماری زبان علی گڑھ ۸ دسمبر ۶۲ء	تخلص بھوپالی، عبدالاحد	پاندان والی خالہ
خان عیسیٰ غزنوی		خاں	صدق لکھنؤ ۷ دسمبر ۶۲ء
	جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۲ء		ہماری زبان علی گڑھ ۸ دسمبر ۶۲ء
ریاض جاوید	زخم کھلنے کے بعد	تخلص، عبدالاحد خاں	پوسٹ مارٹم

	نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲	—	(سہ ماہی) اقبال ریویو کراچی مرتبہ
آزاد،	اقبال اور اس کا عہد		رفیع الدین و خورشید احمد
	نگارش امرتسر شمارہ نمبر ۱۱ و ۱۲		معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء
طبیب عثمانی	حدیثِ اقبال	—	(ماہنامہ) آج کل دہلی (فنِ تعمیر نمبر) ترتیب
	ادیب علی گڑھ دسمبر ۶۲ء		بال مکند عرش ملسیانی
آمنہ صدیقی	افکار عبدالحق		جامعہ دہلی دسمبر ۶۲ء
	قومی زبان کراچی یکم اکتوبر تا ۱۶ دسمبر ۶۲ء		(ماہنامہ) اردو ڈائجسٹ لاہور۔ سالنامہ
	ہماری زبان علی گڑھ ۸ دسمبر ۶۲ء		۔ مدیر الطاف حسن قریشی
ٹیگور، رابندرناتھ	گل نغمہ۔ گیتان جلی کا منظور اردو		امروز لاہور ۹ دسمبر ۶۲ء
	ترجمہ از عبدالعزیز خالد		اقدام لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء
	امروز لاہور ۹ دسمبر ۶۲ء		ترجمان القرآن لاہور دسمبر ۶۲ء
محمد ابو زہرہ	حیات حضرت امام ابو حنیفہؒ اردو		سب رس حیدر آباد دکن دسمبر ۶۲ء
	ترجمہ از غلام احمد حریری		سیارہ لاہور ۔ دسمبر ۶۲ء
	لاہور ۳ دسمبر ۶۲ء		شہاب لاہور دسمبر ۶۲ء
طارق، عبدالرحمن	مشاہیر اسلام موت کے آغوش میں		فاران کراچی دسمبر ۶۲ء
	سیارہ لاہور دسمبر ۶۲ء		معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء
البلاذری	فتوح البلدان اردو ترجمہ از	—	(ماہنامہ) اردو نامہ کراچی مرتبہ جوش
	ابوالخیر مودودی		ملیح آبادی و شان الحق حقی
	شہاب لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء		معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء
خلیق احمد نظامی	سلاطین دہلی کے مذہبی رجحانات	—	(ماہنامہ) اشراق کراچی مرتبہ الیاس
	ہماری زبان علی گڑھ ۱۵ جنوری ۶۳ء		احمد صدیقی
محمد جعفر تھانیسری	تواریخ عجیب مرتبہ محمد ایوب قادری		معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء
	معارف اعظم گڑھ دسمبر ۶۲ء	—	(ماہنامہ) انجم کراچی ایڈیٹر نیاز بدایونی
عبدالرزاق ملیح آبادی	سلطانی محلوں کے راز (حکومت ترکیہ		جام نو کراچی دسمبر ۶۲ء
	جنگ کراچی ۱۴ دسمبر ۶۲ء	—	(ماہنامہ) القاسم دیوبند مرتبہ

وحیدالزماں کیرانوی
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) المجیب پٹنہ مرتبہ یوسف
رضوی اور عین احمد قادری
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) المجلس کراچی مرتبہ محمد جیلانی
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) انوار اسلام بنارس مدیر محمد
قمرالدین رام نگری
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) بانو دہلی – سال نامہ – مدیر
زینت کوثر اور ادریس دہلوی
لاہور ۱۷ دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) بینات کراچی – مدیر عبدالرشید
نعمانی
اقدام لاہور ۲ دسمبر ۱۹۶۲ء
شہباز لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء
— جامعہ دہلی مرتبہ عبداللطیف اعظمی
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء
— دیندار حیدرآباد دکن، ایڈیٹر محمد
افضل شریف
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء
— رنگ و بو دہلی چیف ایڈیٹر – ڈی-پی
وششٹ
کتاب نما دہلی دسمبر ۱۹۶۲ء

— (ماہنامہ) سب رس حیدرآباد دکن —
امجد نمبر
ادیب علی گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء
— سویرا لاہور مرتبہ نذیر چودھری
ادب لطیف لاہور دسمبر ۱۹۶۲ء
امروز لاہور ۲۳ دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) سیارہ لاہور – ایڈیٹر نعیم صدیقی
فاران کراچی دسمبر ۱۹۶۲ء
— کتاب لکھنؤ مدیر جمیل احمد
کتاب نما دہلی دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) گل خنداں – بزرگان دین نمبر
– مدیر پیام شاہجہانپوری
امروز لاہور ۹ دسمبر ۱۹۶۲ء
لیل و نہار لاہور ۳۰ دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) میثاق لاہور مرتبہ امین احسن
اصلاحی
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) نظام کانپور مرتبہ قمرالدین
و منظور احمد
معارف اعظم گڑھ دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) نگارش امرتسر –
سب رس حیدرآباد دکن دسمبر ۱۹۶۲ء
— (ماہنامہ) باغ و بہار مدراس مدیر محمد
عمر فاروقی۔ بچوں کا رسالہ
کتاب نما دہلی دسمبر ۱۹۶۲ء

— (پندرہ روزہ) قومی زبان کراچی —
عبدالحق نمبر
ادیب علی گڑھ دسمبر ۶۲ء

— (پندرہ روزہ) نیا راستہ لاہور (ولیسٹ پاکستان کوآپریٹو یونین لاہور کا آرگن)
چیف ایڈیٹر صادق قریشی
ادیب علی گڑھ دسمبر ۶۲ء
اقدام لاہور ۲ دسمبر ۶۲ء
قندیل لاہور ۱۹ دسمبر ۶۲ء
لیل و نہار لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء

— (ہفت روزہ) سیر و سفر ملتان —
خاص نمبر
شہاب لاہور ۱۶ دسمبر ۶۲ء

— (ہفت روزہ) نظام جدید ملتان —
جگر نمبر ایڈیٹر مسعود میکش
جام نو کراچی دسمبر ۶۲ء

— (روزنامہ) وفاق سرگودھا —
سرگودھا نمبر
شہاب لاہور ۳۰ دسمبر ۶۲ء

اردو تھیٹر

اردو ڈرامہ کی تاریخ و تحقیق میں گراں قدر اضافہ — ڈاکٹر عبدالعلیم نامی پرنسپل اورینٹل کالج بمبئی

اس تحقیقی مقالے میں اردو ڈرامے کی عہد بہ عہد تاریخ بیان کی گئی ہے۔ فن ڈرامہ، ڈرامہ نگاروں، تھیٹروں اور ڈرامہ کمپنیوں کے بارے میں تمام تفصیلات مستند مآخذ کی روشنی میں بیان کی گئی ہیں۔ اردو ڈرامے کے بارے میں یہ پہلی جامع کتاب ہے۔ جس میں موضوع کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ مقالہ دراصل ڈرامے کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ اب تک اس کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ پہلی جلد میں ابتدائی ڈرامہ نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ دوسری جلد میں ۱۸۵۰ء سے لے کر ۱۹۲۰ء تک کے ڈرامہ نگاروں کے حالات اور ان کے ڈراموں کے بارے میں معلومات دی گئی ہے۔ اور تیسری جلد میں ۱۹۲۱ء سے لے کر ۱۹۶۰ء تک اردو ڈرامہ کی تاریخ پیش کی گئی ہے۔

قیمت فی جلد سات روپے

شائع کردہ۔ انجمن ترقی اردو پاکستان۔ کراچی

علمی و ادبی کتابیں

امام الہند — ابو سلمان الہند — حالات و افکار۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے ابتدائی حالاتِ زندگی سے عام واقفیت بہت کم ہے۔ ابو سلمان الہند نے اس کتاب میں ایسا مرقع پیش کیا ہے جس میں مولانا آزاد کی شخصیت اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ یہ اپنے موضوع پر پہلی جامع کتاب ہے، جو مستند ماخذ کی روشنی میں لکھی ہے۔ قیمت چھ روپے۔

نئی پرانی قدریں :۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری۔
ڈاکٹر شوکت سبزواری کی تنقید میں قدیم و جدید ادبی روایات کا بہترین امتزاج ہے۔ اس مجموعے میں ان کے چودہ گرانقدر مقالے شامل ہیں جن میں ادیب کی نئی اور پرانی قدروں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔
قیمت :۔ پانچ روپے

لسانی مسائل :۔ اس کتاب میں ڈاکٹر شوکت سبزواری نے قواعد، لسانیات زبان و رسم الخط اور لفظی تحقیق کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ اردو زبان کے مزاج و منہاج کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ ضروری ہے۔
قیمت :۔ چھ روپے

معیارِ ادب :۔ یہ بھی ڈاکٹر شوکت سبزواری کے مقالات کا مجموعہ ہے جس میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے کہ ادب کیا ہے اور ادبی معیار کیا ہے۔ نظری اور عملی تنقید کا یہ بلند پایہ مجموعہ ہے۔
قیمت :۔ چار روپے ۵۰ پیسے

افعالِ مرکبہ — مولانا تمنا عمادی :۔ مولانا تمنا عمادی دورِ حاضر کے علمائے ادب میں ممتاز مقام و مرتبہ کے مالک ہیں۔ اردو قواعد پر ان کی نظر بہت گہری ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے افعالِ مرکبہ کے ایک نازک پہلو یعنی افعالِ مرکبہ پر جامع بحث کی ہے۔ اردو زبان میں اس موضوع پر یہ پہلی کتاب ہے۔
قیمت :۔ دو روپے ۵۰ پیسے

ادب اور تنقید :۔ ڈاکٹر سید شاہ علی، شعبۂ اردو، کراچی یونیورسٹی۔ مصنف کے گرانقدر علمی و ادبی مقالات کا مجموعہ، جس میں مختلف اصنافِ ادب اور ادبی مشاہیر کے بارے میں فکر انگیز بحث کی گئی ہے۔ قیمت :۔ چار روپے ۵۰ پیسے

مکتوباتِ عبدالحق :۔ مرتبہ خلیل قدوائی۔
بابائے اردو کے کم و بیش سات سو مکتوبات کا مجموعہ جو ہند و پاکستان کی، تہذیبی تاریخ کا گراں قدر گنجینہ ہے۔ یہ مجموعہ بابائے اردو کی شخصیت کا آئینہ بھی ہے اور ان کی شگفتہ نگاری کا مرقع بھی۔ قیمت :۔ بارہ روپے

ادبی تخلیق اور ناول ۔ ڈاکٹر احسن فاروقی۔ ناول اور اس کے فن سے متعلق بلند پایہ مقالات کا مجموعہ :۔ قیمت چھ روپے

قریبِ نظر :۔ ڈاکٹر احسن فاروقی کے تقریباً پچیس علمی و ادبی مقالات کا مجموعہ جس میں مختلف اصنافِ ادب اور ادبی مشاہیر کا جائزہ لیا گیا ہے۔
قیمت :۔ پانچ روپے

سرود و جان :۔ پروفیسر اختر انصاری دہلوی جدید اردو شعراء میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ "سرود و جان" ان کی تازہ غزلیات کا ہی نہیں بلکہ نمائندہ غزلیات کا مجموعہ ہے۔ اسے مصنف غزل کے حسن اور نکھار کے ثبوت میں بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔
قیمت :۔ دو روپے ۵۰ پیسے

ٹیڑھی زمین :۔ اردو میں قطعہ نگاری کو باقاعدہ فن بنانا اختر انصاری دہلوی ہی کا حصہ ہے۔ "آبگینے" کے بعد "ٹیڑھی زمین" ان کا دوسرا مجموعہ قطعات ہے۔ جس میں ان تازہ ترین قطعات شامل ہیں۔ قیمت :۔ تین روپے

جامِ سرشار :۔ رتن ناتھ سرشار کا نام اردو ناول نگاری کی ابجد ہے۔ رتن ناتھ سرشار کا سرمایہ صرف "فسانۂ آزاد" ہی نہیں اس نے اور بھی بہت کچھ لکھا ہے اس دلچسپ ناول کو بدر عالم نے مرتب کیا ہے۔ قیمت :۔ نو روپے

مجاہدِ اندلس — علی الجارم / ذکریا مائل — علی الجارم بک عربی زبان کے صفِ اول کے مصنفین میں شمار ہوتے ہیں۔ "مجاہدِ اندلس" ان کا تاریخی ناول ہے جسے مولانا ذکریا مائل نے اردو میں منتقل کیا ہے۔
قیمت :۔ پانچ روپے

ملنے کا پتہ :۔ مکتبہ اسلوب ناظم آباد۔ کراچی ۱۸

ہمارے عہد کے عظیم ادیب اور ثقافتی رہنما بابائے اردو کے ذہنی سفر کی رُوداد

افکارِ عبدالحق

مرتبہ
آمنہ صدیقی

(چند تاثرات)

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی "حقیقت یہ ہے کہ مرتب نے بابائے اردو کے نوشتوں کا عطر کھینچ لیا ہے، مطالب کی تقسیم و ترتیب ایسی گہری نظر سے عمل میں آئی ہے کہ اس سے بہتر نہیں ہو سکتی.... بکھرے ہوئے خزانے کو سمیٹ کر اس سلیقے اور ایسی نفاست سے اسے سجایا ہے کہ اس کی سودمندی بدرجہا بڑھ گئی ہے......"

پروفیسر رشید احمد صدیقی "... یہ کام محنت اور دقتِ نظر کا تھا۔ جسے مرتب نے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ مرحوم پر آئندہ کام کرنے والوں کو اس سے بڑی مدد ملے گی اور ان لوگوں کی معلومات میں بھی اضافہ ہوگا جو اس کو شوقیہ پڑھیں گے..... میرا خیال ہے کہ اگر مرحوم زندہ ہوتے تو اسے دیکھ کر بہت خوش ہوتے۔ لیکن اس سے فرق نہیں پڑتا جو لوگ مرحوم کو محترم جانتے ہیں، ان کا خوش ہونا بھی ویسا ہی ہے جیسے مرحوم کا......."

مولانا غلام رسول مہر "...... ایسی کتابیں مرتب کرنا ایک فرد کا کام نہیں بلکہ ایک مجلس کا کام تھا۔ مرحوم مولانا پر آج تک جتنی کتابیں یا مضامین یا خاص نمبر نظر سے گزرے ان میں سے ایک بھی چیز ایسی نہ دیکھی جو اتنی جامع پر مغز اور مولانا کی علمی و فکری زندگی کا نچوڑ ہوتی... مرتب نے نہایت عظیم القدر کام انجام دیا ہے...."

ڈاکٹر رضی الدین صدیقی "....... اس مجموعہ کو شائع کر کے مرتب نے نہ صرف اُردو زبان و ادب کی ایک اہم خدمت انجام دی ہے بلکہ مولوی صاحب مرحوم کے بے شمار مداحوں اور ان کی تحریروں سے شغف رکھنے والوں کے لئے نہایت گرانقدر مواد فراہم کیا ہے...... "

پروفیسر نجیب اشرف ندوی "..... یہ کتاب ذوقِ سلیم کے ساتھ ہی ساتھ صحیح فکر و نظر اور حسنِ انتخاب کا بڑا اچھا نمونہ ہے۔ مجھے سب سے عجیب چیز یہ معلوم ہوئی کہ مرتب نے خود بڑی حد تک بابائے اُردو کا اسلوب کامیابی کے ساتھ اپنا لیا ہے۔"

ڈاکٹر گیان چند "...... افکارِ عبدالحق کی جس قدر بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ مرتب نے خوب منصوبہ بنایا۔ مولانا کی تحریروں میں ایک موضوع پر جستہ جستہ جو خیالات بکھرے پڑے تھے۔ انھیں ترتیب اور سلیقے سے یکجا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی مرتب نے ایک عالمانہ اور جامع مقدمہ بھی تحریر فرمایا ہے کوئی برا نہ مانے تو میں کہوں کہ اس مقدمہ کی افادیت متن کتاب سے کسی طرح کم نہیں...."

یہ کتاب نہایت خوبصورت اور روشن ٹائپ میں شائع کی گئی ہے .... قیمت دس روپے

شائع کردہ:۔ اُردو اکیڈمی سندھ۔ بندر روڈ۔ کراچی

سلسلہ نمبر ۶

علمی اصطلاحات

حیاتیات

مرتبہ

انجمن ترقی اردو پاکستان

فرہنگ اصطلاحات جغرافیہ	ایک روپیہ
فرہنگ اصطلاحات فلکیات	ایک روپیہ پچاس پیسے
اصطلاحات فلکیات	دو روپے پچیس پیسے
وضع اصطلاحات از مولوی وحید الدین سلیم	پانچ روپے پچھتر پیسے
اصطلاحات بنکاری	چار روپے پچاس پیسے
اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ (از بابائے اردو)	پچاس پیسے
اردو زبان میں علمی اصطلاحات کی تاریخ (انگریزی) از بابائے اردو	پچاس پیسے

شائع کردہ

انجمن ترقی اردو پاکستان - کراچی

cohesion	اتصالی
cohort	خاندان
coition	مجامعت
coleopterous	پوشش پرہ
coleoptile	پوشش برگ
coleorhiza	بیخ پوشش
colic	قولونی
collagon	کولیجن
collar	کالر
collateral	ہم جانب۔مجانب
collateral circulation	تجانب دوران
collenchyma, collenchyme	سریشی بافت
collencyte	سریشی خلیہ
colleterium	سریشیہ
colletersa	سریشہ
colletocystophore	سریش انبان بردار
colliculus	اکمت
collobla	سریش نہوض
colloid	کولائڈ۔ سریش آب
collophore	سریش بردار
collum	عنقیہ
colon	قولون
colony	بستی
columella	ستونک ۔ ستونچہ
columellar	ستونچئی
column, columna	ستون ۔ کالم
columnals	ستونے
columnar	ستونی
coma	کوما
com-ribs, combs	کنگو پسلیاں
comes	رفیق
comitalia	رفاقی
commensal	ہم سفرہ ۔ ہمسفرہ
comminator	راعب
commissure	ملتقیٰ
communist	ہم آشیاں
comose	کوما دار
compass	پرکار ۔ کمپاس
compass plants	پرکار پودے
complement	متمم
complemental male	متمم نر
complexus	ضفیرہ
complicant	انطوائی
complicate	نطوئی
composite	اجتماعی
compound	مرکب
compressor	فشارندہ
conarium	مخروطک
concentric	ہم مرکز
conceptacle	حملیہ

concha شنحه
conohiform شنحه شکل
conchiolin کانکیولن
conchology شنجیات
conchula سنجک
concrescence هم نمو
conducting موصل
conduction ایصال
conductivity ایصالیت - موصلیت
conduplicate هم تثنی
condylar فلطاحی
condyle فلطح
condyloid فلطح آسا
cone مخروطیه
cone of origin مخروط مبدا
cone of wulzen مخروط ولزن
cone - bipolars مخروطی دو قطبیے
confluence سنگیم
congeneric هم جنس
congenital هم تولیدی
congestin کمجستن
conglobate سنگوبی
conglomerate هم گویک
conidial خاکجنی
condliferous خاکجه دار
conlidipohore خاکچه بردار
conidium خاکچه
coniferous مخروطیه
conjugation سنجوگ
conjunctiva ملتحمه
conjunctive واصل
connate پیوست - بهم رشته
connate - perfoliate پیوست رسته-تنه گرد
connective توصیلی
connective tissue توصیلی بافت
connivent اغماضی
conoid مخروط نما
conoid ligament مخروط نما رباط
conoid tubercle مخروط نما بصله
consensual هم احساس
consortium انباز - همساز
constrictor عاصر
contabescence زر رشتی حهاض
contact-stimulus تماسی تهیج
context بهم بافته
continuity تسلسل
contorted پیچیده
contortuplicate پیچدار مسطوی
contour احاطی
contractile انقباضی

contractile cell	انقباضی خلیے
contractile fibre-cells	انقباضی ریشه خلیے
contractile vacuole	انقباضی خالیه
contractility	انقباضیت
contracture	انقباض
conuli	مخروطک
conus	مخروط
convergence	تقارب
convolute	ملفف
convolution	تلفیف
coprodaeum	برازیه
coprolite	متحجر براز
coptophagous	براز خوار
coprophil	براز سند
coprozoic	براز باشانه ـ برازباش
copula	رابط
copularium	مربطه
copulation	جفتی ـ سفاد
cotacoid	زاغنول
coracoid bone	زاغنول هڈی
cotacoid ligament	زاغنول رباط
coracoid process	زاغنول زائده ـ ابهار
coralliferous	مرجان دار
coralline	مرجانی
corallite	مرجانیه
coralloid	مرجان نما
corallum	پنجه مرجان
corbicula	سنبدچه
corbula	سنبدنه
cord	حبل
cordate	قلب نما ـ صنوبری
cordiform tendon	صنوبری وتر
cordylus	آسور
coriaceous	چرمین
corium	آدمه
cork	کاگ
corm, cormus	جذع
cormel	جذیع
cormidium	جذعک
cormoid	جذع نما
cormophylogeny	قبائلی ارتقاء
cormophyte	جذعی پودا
cormous	جذعی
cornea	قرنه
corneagen	قرنه زا
corneal	قرنوی
corneous	قرنی
cornua	قرنه
cornicle	قرنچه
corniculate	قرنچه دار

corniculate cartilages قرنچه دار غضروف
corneulum قرین
cornucopia قرن انحصب
cornute قرنی
corolla اکلیلچه
corollaceous اکلیلچئی
corollaceouserous اکلیلچه‌دار
corona اکلیل
corona radiate شعاعی اکلیل
coronal اکلیلی
coronary اکلیلی
coronary arteries اکلیلی شرائین
coronary bone اکلیلی هڈی
coronary sinus اکلیلی جوف
coronated اکلیل دار - مکلل
coronate اکلیلک
coronoid اکلیل آسا
corpora adiposa شحمی اجسام
corpora allata جسم جناحیه
corpora amylacea ایائیلی اجسام
corpora cavernosa کہفکی احسام
corpora quadrigemina (جوجڑواں) اربع توائم اجسام
corpus, corpora جسم - اجسام
corpora trapezoidea منحرفی جسم

corpuo geniculatum جسم رکبیه
corpus luteum اصفری جسم
corpus spongiosum اسفنجی جسم
corpus sterni قصی جسم
corpuscle جسیمه
correlation هم رشتگی
corrugator نابدار
cortex قشره
cortical قشری
corticate قشره دار
corticiferous قشره دار
corticostriate قشری مخلط
cortina غشاوه
cortinate غشاوه دار
corti's organ عصو کورٹی
corymb گل خوشه
crymbose گل خوشئی
cosmine کاسیمن
cosmopolitan cosmopolite عالمی
costa ضلع - پسلی - رگ
costal ضلعی
costalia ضلعک
costate ضلعدار
coterminous هم سرحد - هم منتها
cotyledon بیج پته

cotyledonary	بیج پتیا
cotyliod	بیج پتہ‌سا
cotylophorous	بیج پتہ‌دار
cotype	هم نمونه
covaration	هم تغیر
cover soales	ڈھکن چھلکے
covert	رواں
cowled	کلہ‌دار
coxa	ورکی جوڑ
coxal	ورکی
coxopodite	ورکی پا
crampon	پارسبی (باد بیخ)
cranial	جمجمی - قحفی
craniate	قحف دار
cranihaemal	قحف دموی
cranineural	قحف عصبی
craniologo	قحفیات
craniometry	قحف پیائی
cranium	قحف - جمجمہ
craspedodromous	حاشیہ مائل
craspedote	نقاب دار
craspedum	نقابیہ
craticular	جالی دار
creatine	کریاٹین
creatinine	کریاٹینین
cremaster	دبیبہ
cremocarp	آویزندہ
crenate	کنگرہ دار
crenulated	کنگرک‌دار
crepis	نامعلوم
crepetation	پھڑ پھڑاہٹ
crepuscular	ظلحانی
crescent	ہلال
crescents of gianuzzi	اہلہ جانوزی
crest	عرف
cretaceous	کھریا جگ
crebellum	غربال
cribriform	غربال نما
cribriform organ	غربال عضو
cribriform plate	غربال پلیٹ
cricoid	چھلہ نما
crissal	سوری گروہ
crissum	سوری گروہ
crista	عرف
crochet	خطاف (ابادسل)
crop	پوٹا
crose	ہجین
crossing - over	ہجانیت
crotaphite	صدغی
crotchet	خم آبریہ

crown	قمه
crucial ligaments	صلیبی رباط
cruciate	صلیب دار
cruciform	صلیب نما
cruor	علقه
cruorin	کروؤرن
crura cerebri	دماغی ساقین
crural	ساق
crureus	فخذیه
crus crura	ساق - ساقین
crusta	قشره
crustaceous	قشری
cryoscepic	برف نمائی
crypt	خافیه
cryptic	خافی
cryptocarp	خافی ثمر
cryptogam	خافی الزواج
cryptohaplomitosis	خافی الزواج خیطیت
cryptomere	خافی پاره
cryptonsurous	خافی عصبانی
cryptorchid	خافی الانثیین
cryptorhetic	مفرز خافی
cryptostomata	دهن خافی
cryptozoic	خافی حیوانی
crystallin	کرستالن
crystalloid	بلور آسا
ctene	شانه
ctenidium	شانه سان
ctenocyst	شانه انبان
ctenoid	شانه آسا
ctenophoral	شانه دار
cubical	کعبی
cubital	مرفقی
cubitus	مرفق
cuboid	کعب آسا
cuboidal	کعب آسا
cucullate	کلاه دار
cuiller	قاشوقی
cuirass	چرمینه
culm	گیاه بن
culmen	گولوک
cultellus	کاروک
culture	کاشت
cumulus	رکمه
cuneatel	فانه نما
cuneiform	فانه شکل
cuneus	فانیه
cup	کوب
cupula	کوبیه
cupule	کوبچه - پیالی

curviseerial	منحنی سلسله
cushion	گدی
cusp	نوک
cuspidate	نوک دار
cutaneous	جلدی
cuticle	بشره
cuticular	بشرئی
cutin	کیوٹن
cutinization	کوتینیت
cutis	جلد
cutocellulose	کیو ٹوسیلولوس
cutose	کیوتوس
cuvierian organs	کو ویری اعضا٭
cyanic	کبودی
cyanophilous	کبود پسند
cyanophyll	سیانوفل
cyathium	کٹوریه
cyathozooid	کٹوریه حیوان سا
cyathus	کٹوریه
cycle	دور
cyclic	دوری
cyclocoelic	دور قعری
cyclogenous	دور زا
cycloid	دور آسا
pcycloean, cyclopic	سائکلاپی
cyclospermous	دورتخمی
cyclospondylous	درونه فقری
cylindrical	استوانی
cymbiform	ناؤشکل
cyme	گبهیا
cynarrhodium cynarrhodon	سگ گلابه
cynopodous	سگ پا
cyphella	گوشینه
cyphonautes	سائفو ناٹس
cypsela	پولیا
cyst	انبان
cystein	سسٹن
cystenchyma	انبان یافت
cystencytes	انبانی خلیه
cystic	انبانی
cysticercoid	انبان ذبنی
cysticercus	انبان ذبنیه
cysticolous	انبان‌باش
cystid	انبانچه
cystidium	انباتک
cystoarian	انبان بیضئی
cystocarp	انبان ثمر
cystocyte	انبان خلیه
cystogenous	انبان آفرین
cystolith	انبان حجر

cyston	انبانه
cystozooid	انبان حیوان آسا
cytase	سائٹیس
cytaster	خلیه تارا
cytes	خلیے
cytoblast	خلیه ناهض
cytoblastema	خلیه نہوضیه
cytochylema	خلیه کیلوس
cytococcus	خلیه ثبقه
cytocyst	خلیه انبان
cytode	خلیه نما
cytogamy	خلیه زواجیت
cytogenesis	خلیه تولید
cytogenous	خلیه آفرین
cytoglobin	سائٹوگلوبن
cytohyaloplasma	خلیه مایه
cytokinesis	خلیه حرکیت
cytology	خلویات
cytolymph	سائٹو لمف
cytolysin	سائٹو لائسن
cytolysis	خلیه پاشیدگی
cytomeres	خلیه پارے
cytomicrosome	خلیه فرد جسم
cytomitome	خلیخیط
cytomorphosis	تشکل خیط

cyton	خلویه
cytophan	خلیه مرئی
cytopharynx	خلیه بلعوم
cytophil	خلیه پسند
cytophore	خلیه بردار
cytoplasmn	خلیه مایه
cytoproct, cytopyge	خلیه مبرز
cytoreticulum	خلیه شکبه
cytosine	سائٹوسین
cytosome	خلیه جسم
cytostome	خلیه دهن
cytotaxis	خلیه ترتیب
cytothesis	خلیه تدوین
cytotoxin	خلیه‌سم ـ سائٹو ٹوکسن
cytotrophoblast	خلیه پرور ناهض
cytotropism	خلیه رخی
cytozoic	خلیه حیوانی
cytula	خلیوه

D

dacryon	اشکینه
dactyl	انگشت
dactylar	انگشتی
dactylopodite	انگشت پا
dactylopore	انگشت روزن
dactylopterous	انگشت پره

مطبوعـــات انجمن ترقی اردو پاکستـــان

اردو روڈ کراچی - ۱

فرہنگ اصطلاحات جغرافیہ -

مرتبہ ابرار حسین صاحب قادری ایم - اے لیکچرار جغرافیہ مسلم یونی ورسٹی علی گڈھ اس سے قبل انجمن علمی مصطلحات کے سلسلے میں تین جلدیں یعنی فرہنگ اصطلاحات کیمیا، اصطلاحات طبیعیات اور اصطلاحات تاریخ و معاشیات و جغرافیہ شائع کر چکی ہے - یہ اس سلسلے کی چوتھی جلد ہے - قیمت ایک روپیہ -

فرہنگ اصطلاحات فلکیات -

یہ علمی اصطلاحات کی پانچویں جلد ہے - ان فرہنگوں میں انگریزی اصطلاحات کے مقابل اردو مترادف دئے گئے ہیں - اصطلاحات کے جمع کرنے میں بڑی تحقیق اور محنت سے کام لیا گیا ہے - قیمت ایک روپیہ پچاس پیسے -

اصطلاحات کیمیا -

فن کیمیا (کیمسٹری) کی انگریزی اصطلاحات کے بالمقابل اردو اصطلاحات انجمن نے ماہرین فن کی ایک جماعت سے تیار کرائی ہیں حتی الامکان اردو اصطلاحات کو عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے - صفحات کتاب ۱۲۰ دیباچہ کے علاوہ - قیمت غیر مجلد دو روپے پچیس پیسے مجلد تین روپے -

وضع اصطلاحات -

یہ کتاب ملک کے نامور انشا پرداز و عالم مولوی وحید الدین سلیم مرحوم نے سالہا سال کے غور و فکر اور مطالعے کے بعد تالیف کی ہے - یہ بالکل نیا موضوع ہے - اس میں اصطلاحات کے ہر پہلو پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے - اور اس کے اصول قائم کئے گئے ہیں - دوسرا ایڈیشن - قیمت پانچ روپے پچھتر پیسے -

ملنے کا پتہ

اردو اکیڈیمی سندھ - بہادر شاہ مارکیٹ، بندر روڈ کراچی

Regd. S. No. 1138 Phone: 32784

Fortnightly **QUOMI ZUBAN** Karachi

بابائے اردو کی تصانیف

(شائع کردہ انجمن ترقی اردو پاکستان)

خطبات عبدالحق

بابائے اردو کے معرکہ آرا خطبات کا مجموعہ جن میں اردو لسانیات اور تاریخ ادب کے بہت سے اہم پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ بابائے اردو کے نظریات اور گذشتہ نصف صدی میں اردو تحریک کی نوعیت کو سمجھنے کے لئے ان خطبات کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

قیمت چھ روپے پچاس پیسے

سر سید - حالات و افکار

اس کتاب میں سر سید کے حالات اور افکار کے بعض پہلوؤں پر نئے انداز سے لکھا گیا ہے۔ اس کتاب کو حالی کی ''حیات جاوید'' کا ضمیمہ سمجھنا چاہیے۔ قیمت چار روپے۔

نصرتی

ملک الشعرائے بیجا پور ملا نصرتی کے حالات اور کلام کا ایسا مفصل جائزہ کسی دوسری جگہ نہیں ملتا۔ بابائے اردو نے کئی برس کی محنت شاقہ کے بعد یہ کتاب تالیف کی تھی اس میں نصرتی کی بہت سی نایاب تصانیف پر تفصیلی تبصرہ اور انتخاب شامل ہے۔ قیمت پانچ روپے

اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام

اس کتاب میں بابائے اردو نے یہ بتایا ہے کہ صوفیائے کرام نے اردو زبان کی نشو و نما میں کیا حصہ لیا۔ اس موضوع پر یہ اپنی نوعیت کی واحد کتاب ہے۔ قیمت ایک روپیہ ستاسی پیسے

اردو زبان میں علمی اصطلاحات کا مسئلہ

بابائے اردو نے اس کتاب میں تفصیل سے بتایا ہے کہ وضع اصطلاحات کے سلسلے میں کیا کیا کوششیں کی گئیں اور ان میں کہاں تک کامیابی ہوئی نیز اس موضوع پر بحث کی ہے کہ وضع اصطلاحات کے لئے کن اصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ قیمت پچاس پیسے

قدیم اردو

یہ قدیم اردو شعراء اور مصنفین کے بارے میں گراں قدر تحقیقی مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ مضامین اس اعتبار سے بڑی اہمیت رکھتے ہیں کہ ان میں بعض اہم شعرا کے ایسے حالات اور بعض نادر تصانیف کی ایسی تفصیلات پیش کی گئیں ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں ملتیں۔

قیمت پانچ روپے پچاس پیسے

ملنے کا پتہ

اردو اکیڈمی سندھ

بہادر شاہ مارکیٹ، بندر روڈ کراچی

محمد مصلح الدین سعدی کے زیر اہتمام انجمن پریس سے شائع ہوا

مدیر اعلیٰ :- جمیل الدین عالی　　مدیر :- مشفق خواجہ

طابع و ناشر :- لفٹننٹ کرنل عطاالرحیم

قیمت فی پرچہ :- چار آنے -　　قیمت سالانہ :- پانچ روپے -